بموقع: تحفظ سنت کانفرنس
زیرِ اہتمام: جمعیت علماء ہند
خیر مساجد النساء قعر بیوتھن
(رواہ احمد و ابوداؤد)
خواتینِ اسلام
کی
بہترین مسجد
تالیف
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند
جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

خیر مساجد النساء قعر بیوتهن
(رواہ احمد وابوداؤد)

خواتینِ اسلام
کی
بہترین مسجد

تالیف
مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی
استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند ومدیر ماہنامہ دارالعلوم

شائع کردہ
شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ علماء ہند۔ ا، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی۔ ۲

تفصیلات

نام کتاب	:	خواتین اسلام کی بہترین مسجد
تالیف	:	حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی
		استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
کمپیوٹر کتابت	:	مرکز المعارف برانچ دیوبند
سن طباعت	:	محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق مئی ۰۱
تعداد	:	تین ہزار
ناشر	:	جمعیۃ علماء ہند

بموقع

تحفظ سنت کانفرنس

۷/۸/ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ /۲/ ۳/ مئی ۲۰۰۱ء

زیر اہتمام جمعیۃ علماء ہند

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

صحافت کی آزادی کے اس دور میں اظہارِ خیال کے لیے مختلف موضوعات سامنے آتے رہتے ہیں، زیرِ بحث موضوع کے دونوں گوشوں پر گفتگو کرنے والے اپنے اپنے نقطۂ نظر کی تائید کے لیے قرطاس و قلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موضوع کی تنقیح اور ذہن کی بالیدگی کے لیے یہ طریقہ افادیت کا حامل ہے۔

لیکن فکر و نظر کی اس آزادی کا بے جا استعمال بھی دیکھنے میں آ رہا ہے، کچھ حضرات ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لیے مذہبی موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں اور بحث میں حصہ لینے والے بسا اوقات پس منظر سے واقفیت کے بغیر شریک ہو جاتے ہیں۔

اسلامی احکام کو موضوعِ بحث بنانے میں یہ ذہنیت زیادہ کار فرما نظر آتی ہے۔ ماضی میں ایسے کئی موضوعات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ جیسے تین طلاق کا مسئلہ، عورتوں کی آزادی کا مسئلہ، عورتوں کی سربراہی کے جواز و عدمِ جواز کا مسئلہ اور ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے مسجدوں میں حاضر ہو کر شریکِ نماز ہونے کا مسئلہ مجلات و رسائل میں زیرِ بحث رہ چکا ہے۔

عورتوں سے متعلق مسائل کی ان بحثوں کا پسِ منظر ۔ و العلم عند اللہ ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین و مستبشرین نے اسلامی معاشرے کی پاکیزہ اقدار کو پامال کرنے کے لیے "صنفِ نازک" کو سب سے زیادہ موثر سمجھا ہے اور وہ اس صنف سے متعلق کسی بھی مسئلہ کو اسلامی معاشرے میں فساد انگیزی کے لیے استعمال کرنے میں مہارت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور مسلمانوں کی منفی

ہنیت رکھنے والی جماعتیں اوران کے اوپر اعتماد کرنے والے سادہ لوح عوام ان کی سازشوں کا شکار ہوتے رہے ہیں، لیکن شرار بولہبی کے اس ٹکراؤ کی وجہ سے، چراغِ مصطفوی کی لو کو تیز کرنے والے طائفہ منصورہ کے علماء کو حقیقتِ حال روشن کرنے کی توفیق ملتی رہی ہے۔

ماضی قریب میں "خواتین اسلام کی مسجد میں حاضری" کا موضوع زیر بحث رہا، تو ملک کے مختلف اہلِ علم نے حقیقت حال کی تنقیح، اور مقاصدِ شریعت کی وضاحت کے لیے قلم اٹھایا، مضامین تحریر کیے اور کچھ علماء نے رسائل مرتب کردیے۔

دارالعلوم دیوبند کے صف علیا کے کامیاب مدرس اور ماہنامہ دارالعلوم کے مدیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی زید مجدہم نے تقاضائے حال کے مطابق محدثانہ انداز پر اس موضوع کی تنقیح کی ہے۔

سب سے پہلے ان احادیث اور روایت کو جمع فرمایا ہے جن سے عورتوں کی مسجد میں حاضری کے لیے اباحتِ مرجوحہ نکلتی ہے، پھر ان احادیث کو نقل کیا ہے، جن میں عورتوں کی مسجد میں حاضری کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں، پھر وہ روایات ذکر کی ہیں، جن سے شرائط کے باوجود مسجد میں نہ جانا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ان روایت کی قابل قبول اور آسان تشریح اور ان کے ذیل میں دی گئی مختصر وضاحتوں سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ اس دور میں عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت دینا شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم و گامزن رکھے اور مولفِ محترم کی سعی مشکور کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول سے نوازے۔ (آمین)

و الحمد للہ اولاً و آخراً

ریاست علی غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۱۹ر شوال ۱۴۱۸ھ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلامٌ علی عبادہِ الّذین اصطفی . امّا بعد :

یہ انسانی دنیا جب سے وجود میں آئی ہے اس میں کوئی خطہ، کوئی قوم اور کوئی مذہب ایسا نہیں ملتا جس میں فواحش و بدکاری، زنا اور حرام کاری کو مستحسن اور اچھا یا مباح و جائز کام سمجھا گیا ہو بلکہ ساری دنیا اور اس کے مذاہب ان جرائم کی مذمت اور برائی میں متفق وہم رائے رہے ہیں کیونکہ یہ مذموم جرائم نہ صرف یہ کہ فطرت انسانی کے خلاف ہیں بلکہ اس درجہ فساد افزا اور ہلاکت خیز ہیں جن کے تباہ کن اثرات صرف اشخاص و افراد ہی کو نہیں بلکہ بسا اوقات سارے خاندان اور پورے شہر و قصبہ کو برباد کر دیتے ہیں۔ اس وقت فتنہ و فساد اور قتل و غارتگری کے جتنے واقعات سامنے آ رہے ہیں ان کی صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں شہوانی جذبات اور ناجائز جنسی تعلقات کا عمل دخل ملے گا۔

البتہ بہت سی قوموں اور اکثر مذاہب میں زنا اور فواحش کی ممانعت کے باوجود اس کے مقدمات اور اسباب و ذرائع کو معیوب و ممنوع نہیں سمجھا جاتا اور نہ ان پر خاص قدغن اور بندش لگائی جاتی ہے۔

مذہب اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل نظام حیات اور فطرت کے مطابق قانون الٰہی ہے اس لئے اسلام میں جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ جرائم و معاصی کے ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام و ممنوع قرار دیدیا گیا جو بالعموم بطور عادت جاریہ کے ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں۔ مثلاً شراب پینے کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام

کردیا گیا۔ سود کو حرام کیا تو سود سے ملتے جلتے سارے معاملات کو بھی ناجائز اور ممنوع کر دیا گیا۔ شرک و بت پرستی کو جرم عظیم اور ناقابل معافی جرم ٹھہرایا گیا تو اس کے اسباب وذرائع ________ مجسمہ سازی و بت تراشی اور صورت گری کو بھی حرام اور ان کے استعمال کو ناجائز کر دیا گیا۔

اسی طرح جب شریعت اسلامی میں زنا کو حرام کر دیا گیا تو اس کے تمام قریبی اسباب وذرائع اور مقدمات پر بھی سخت پابندی لگادی گئی چناں چہ اجنبی عورت پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا، اس کی باتوں کے سننے کو کانوں کا زنا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا زنا، اس کے پاس جانے کو پیروں کا زنا ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے۔

العینان زنا هما النظر، والاذنان زنا هما الاستماع، واللسان زناه الکلام، و الید زناها البطش، والرجل زناها الخطیٰ

"الحدیث" (مشکوٰۃ، ص: ۲۰ باب الایمان بالقدر)

آنکھوں کا زنا (اجنبی عورت کی جانب شہوت سے) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا، شہوت سے اجنبی عورت کی باتوں کی طرف کان لگانا ہے، زبان کا زنا اس سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا اس کو چھونا و پکڑنا ہے، پیروں کا زنا اس کی طرف (غلط ارادہ سے) جانا ہے۔

برے ارادے سے کسی اجنبی عورت کی جانب دیکھنا اس کی باتوں کی جانب متوجہ ہونا، اس سے بات چیت کرنا اس کو چھونا و پکڑنا اس کے پاس جانا یہ سارے کام حقیقتاً زنا نہیں بلکہ زنا کے اسباب و مقدمات میں سے ہیں مگر انہیں بھی حدیث میں زنا سے تعبیر کیا گیا ہے تا کہ امت سمجھ جائے کہ زنا کی طرح اس کے مقدمات و اسباب بھی شریعت میں حرام و ممنوع ہیں۔ انہیں شہوانی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل

و نافذ کیے گئے۔

اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ شریعت اسلامی کا مزاج تنگی و دشواری کے بجائے سہولت و آسانی کی جانب مائل ہے اس سلسلے میں کتاب الٰہی کا واضح اعلان ہے "مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی ہے اس لئے اسباب و ذرائع کے بارے میں فطرت سے ہم آہنگ یہ حکمت آمیز فیصلہ کیا گیا کہ جو امور کسی معصیت کا ایسا سبب قریب ہوں کہ عام عادت کے اعتبار سے ان کا کرنے والا اس معصیت میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے قریبی اسباب کو شریعتِ اسلام نے اصل معصیت کے حکم میں رکھ کر انہیں بھی ممنوع و حرام کر دیا۔ اور جن اسباب کا تعلق معصیت اور گناہ سے دور کا ہے کہ ان کے اختیار کرنے اور عمل میں لانے سے گناہ میں مبتلا ہونا عادتاً لازم و ضروری تو نہیں مگر ان کا کچھ نہ کچھ دخل گناہ میں ضرور ہے ایسے اسباب و ذرائع کو مکروہ قرار دیا اور جو اسباب ایسے ہیں کہ معصیت میں ان کا دخل شاذ و نادر کے درجہ میں ہے ان کو مباحات میں داخل کر دیا۔

اس سلسلے کی یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن کاموں کو گناہ کا سبب قریب قرار دیکر حرام کر دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہیں خواہ وہ کام کسی کے لئے گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنیں یا نہ بنیں اب وہ خود ایک حکم شرعی ہے جس پر عمل سب کے لئے لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ عورتوں کا پردہ بھی شرعاً اسی سد ذرائع کے اصول پر مبنی ہے کہ ترکِ پردہ گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔ اس میں کسی جوان مرد کے سامنے جوان عورت کا بدن کھولنا گناہ میں مبتلا ہونے کا قریبی سبب ہے کہ عادتاً آدمی ایسی صورت حال میں بالعموم گناہ میں لازمی طور پر مبتلا

ہو جاتا ہے اس لئے یہ صورت شریعت کی نظر میں زنا کی طرح حرام ہے کیونکہ شریعت میں اس عمل کو فاحشہ کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا یہ سب کے حق میں حرام ہو گا۔ البتہ مواقع ضرورت علاج وغیرہ کا مستثنیٰ ہونا ایک الگ حکم شرعی ہے اس استثنائی حکم سے اصل حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پھر یہ مسئلہ اور حکم اوقات وحالات سے بھی متاثر نہیں ہوتا اسلام کے عہد زریں اور خیر و صلاح میں بھی اس کا حکم وہی تھا جو آج کے دور ظلمت اور شر و فساد کے زمانہ میں ہے۔

دوسرا درجہ ترک پردہ کا یہ ہے کہ گھر کی چہار دیواری سے باہر برقع یا دراز چادر سے پورا بدن چھپا کر نکلے۔ یہ فتنہ کا سبب بعید ہے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا کرنا فتنہ کا سبب ہو تو ناجائز ہے اور جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں جائز ہو گا۔ اسی لئے اس صورت کا حکم زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدل سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد خیر مہد میں اس طرح سے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا فتنہ کا سبب نہیں تھا اس لئے آپ (ﷺ) نے عورتوں کو برقع وغیرہ میں سارا بدن چھپا کر چند شرائط کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت دی تھی اور ان کو مسجدوں میں آنے سے روکنے کو منع فرمایا تھا اگرچہ اس وقت بھی عورتوں کو ترغیب اسی کی دی جاتی تھی کہ وہ گھروں میں ہی نماز ادا کریں کیونکہ ان کے لئے مسجد کے مقابلہ میں گھر کے اندر نماز پڑھنا زیادہ باعثِ ثواب اور افضل ہے۔ چناں چہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں "**لم یختلفوا ان صلاۃ المراۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی المسجد** " (التمہید، ج:۱۱، ص:۱۹۶) اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت کی گھر میں نماز مسجد میں نماز سے افضل و بہتر ہے۔

آپ کی وفات کے بعد وہ حالات باقی نہیں رہے۔ بلکہ طبیعتوں میں تغیر اور قلبی اطمینان میں فتور پیدا ہو گیا چناں چہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

کا بیان ہے "ما نفضنا ایدینا عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انکر نا قلوبنا" (التمهيد للحافظ ابن عبدالبر، ج:۳، ص: ۳۹۴ مطبوعہ ۱۴۱۰ھ رواہ الترمذی فی الشمائل، ص:۲۷، عن انس رضی اللہ عنہ) ہم نے ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں کی بدلتی ہوئی کیفیت کو محسوس کیا علاوہ ازیں جن شرائط کے ساتھ مسجد میں حاضری کی اجازت دی گئی تھی ان کی پابندی میں دن بدن کوتاہی بڑھتی رہی اسی تغیر حالات کی جانب مزاج شناس نبوت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرماتے ہوئے امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ آج کے حالات اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے اس لئے عام صحابہ کرام نے یہی فیصلہ کیا کہ حالات کی اس تبدیلی کی بناء پر اب عورتوں کا مسجد میں آنا فتنہ سے خالی نہیں رہا اس لئے ان حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔

موضوع زیر بحث سے متعلق اس ضروری تمہید کے بعد احادیث و آثار ملاحظہ کیجئے جن پر اس مسئلہ کا مدار ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و اقوال پیش نظر رہیں تو مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچنے میں انشاء اللہ کوئی دشواری نہیں ہوگی اور صحیح حکم منقح ہو کر سامنے آجائے گا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ جمہور فقہاء و محدثین اس پر متفق ہیں کہ خواتین اسلام پر مسجد میں حاضر ہو کر جماعت میں شرکت از روئے شریعت واجب اور ضروری نہیں اور نہ انہیں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ ان تمام احادیث سے جن میں عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز ادا

کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے یہی حکم شرعی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرات فقہاء و محدثین بغیر کسی اختلاف کے اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں خواتین اسلام جمعہ و جماعت میں حاضر ہوا کرتی تھیں اور انہیں بارگاہ رسالت سے چند شرطوں کے ساتھ اجازت حاصل تھی۔ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو بھی اس وقت ہمارے غور و فکر کا اصل محور نہیں ہے، بلکہ بحث و نظر کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اس دور فتنہ و فساد میں جبکہ جنسی انارکی اور شہوانی بے راہ روی کی قدم قدم پر نہ صرف افزائش بلکہ ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ دین و مذہب اور حیا و مروت کے سارے بندھن ٹوٹ گئے ہیں کوچہ و بازار کا کیا ذکر شر ور و فتن کی خود سر موجیں گھروں کی چہار دیواری سے ٹکرانے لگی ہیں، کیا ایسے فساد انگیز حالات میں بھی خواتین اسلام اور عفت مآب ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کو گھروں کی چہار دیواری سے باہر نکل کر جمعہ و جماعت میں مردوں کے دوش بدوش شریک ہونے کی اجازت مقاصد شریعت سے ہم آہنگ اور اصول سد ذرائع کے مطابق ہے۔

فقہائے اسلام بیک زبان یہ کہتے ہیں کہ ایسے فساد آمیز حالات میں عورتوں کے لئے گھر سے باہر آکر مسجدوں میں حاضر ہونا مقاصد شریعت اور اصول سد ذرائع کے خلاف ہے اس لئے ان حالات میں شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ بعض لوگ گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ خیر القرون اور عہد رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرح آج بھی عورتوں کو مسجدوں میں آکر جمعہ و جماعت میں شریک ہونا جائز اور اسلامی تقاضے کے مطابق ہے۔ اب احادیث و آثار کی روشنی میں یہ دیکھنا ہے کہ کس فریق کا نقطہ نظر اسلامی اصول و ضوابط کے تحت درست اور صحیح ہے۔

وہ احادیث جن سے بظاہر کسی قید و شرط کے بغیر مساجد میں حاضری کا جواز سمجھ میں آتا ہے

۱- عن سالم بن عبدالله عن ابیہؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا استاذنت امرأة احدکم فلا یمنعها۔
(صحیح بخاری، ج: ۲، ص: ۸۸۷ و صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمہاری بیوی جب (مسجد آنے کی) اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

۲- عن ابن عمرؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله (صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

و سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۸۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو۔

۳- عن ابن عمرؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: اذا استاذنکم نساء کم الی المساجد فاذنوا لهن.
(صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سے تمہاری عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دیدو۔

٤- وعن عمر بن خطابؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تمنعوا اماء الله مساجد الله.

(رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح،مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۳۴)

عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

تشریح: ان احادیث میں عورتوں کو مساجد جانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور خود جانا چاہیں تو انہیں آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کا مساجد میں نماز کے لئے جانا بھی مرد کی اذن واجازت ہی سے ہونا چاہیے، اب مرد کو اختیار ہے کہ وہ جیسی مصلحت سمجھے اجازت دے یا نہ دے کیوں کہ اگر وہ اجازت دینے پر مجبور ہوتا تو "استیذان" اجازت مانگنے کی قید عبث اور بے فائدہ تھی، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس اور بابرکت دور میں عورتوں کے قیم اور ان کے امور کے کار پرداز (شوہروں) کو یہ صلاح اور ہدایت دیتے رہے ہیں کہ ہر وقت نہیں صرف شب میں (جیسا کہ آگے آنے والی حدیثوں سے معلوم ہو جائے گا) جو نسبتاً ستر اور پوشیدگی کا وقت ہوتا ہے اگر عورتیں مساجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو خواہ مخواہ اوہام اور وساوس کی بناء پر انہیں مساجد آنے سے روکنے کی ضرورت نہیں۔

مشہور شارح حدیث امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

هذا وشبهه من احاديث الباب ظاهر في انها لا تمنع المسجد، لكن بشروط ذكرها العلماء ماخوذة من الاحاديث وهو ان لاتكون متطيبة، ولا متزينة،ولاذات خلاخل يسمع صوتها،ولاثياب فاخرة،ولا مختلطة بالرجال ولاشابة، ونحوها ممن يفتتن بها،وان لا يكون في الطريق ما يخاف به مفسدة ونحوها، وهذالنهي عن منعهن من الخروج محمول على كراهية التنزيه. (صحیح مسلم مع شرح النووی،ج:۱،ص:۱۸۳)

یہ حدیث اور اس باب سے متعلق اسی معنی کی دوسری حدیثوں کا ظاہری

مفاد یہی ہے کہ عورتوں کو مطلقاً مسجد میں آنے سے روکا نہ جائے۔ لیکن علمائے دین نے اس خروج کے لئے کچھ شرطیں بیان کی ہیں جو احادیث سے اخذ کی گئی ہیں وہ شرطیں یہ ہیں کہ (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، بنی سنوری نہ ہو، بجتے ہوئے پازیب پہنے ہوئے نہ ہو، دلکش وجاذب نظر کپڑے زیب تن نہ ہوں، (راستے و مسجد میں) مردوں کے ساتھ اختلاط کبھی اور ملی نہ ہو۔ جوان نہ ہو، اور نہ ایسی ہو کہ جوانوں کی طرح اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو، اور (مسجد آنے کا راستہ بھی) فتنہ وفساد وغیرہ سے مامون ہو اور عورتوں کو مسجد آنے سے روکنے کے متعلق حدیث میں وارد نہی کراہیت تنزیہی پر محمول کی گئی ہے یعنی ان تمام مذکورہ شرطوں کی پابندی کرتے ہوئے اگر کوئی عورت مسجد آئے تو اس صورت میں اسے روکنا شرعاً مکروہ تنزیہی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان شرائط کے ساتھ عورتوں کی مسجد میں حاضری صرف جائز و مباح ہے سنت یا واجب نہیں ورنہ انہیں مساجد آنے سے روکنا مکروہ تنزیہی کے بجائے مکروہ تحریمی یا حرام ہوتا۔ اور نہ اس حاضری کے لئے انہیں اپنے شوہروں اور سرپرستوں سے اجازت لینی پڑتی چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"وفيه اشارة الىٰ ان الاذن المذكور لغير الوجوب لانه لو كان واجبا لا نتفىٰ معنى الاستيذان،لان ذالك انما يتحقق اذا كان المستاذن مخيرا فى الاجابة او الرد"

(فتح الباری، ج: ۲، ص: ۳۴۲ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس)(۱)

اور حدیث میں مذکور اجازت دینے کا حکم اس بات کو بتا رہا ہے کہ اجازت امر غیر واجب کے لئے ہے اس لئے کہ مسجدوں کی حاضری اگر عورتوں پر واجب ہوتی تو اجازت لینے کا سوال ہی نہیں کیوں کہ اجازت ایسے موقع پر لی

جاتی ہے جہاں مستاذن (جس سے اجازت لی جائے) کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہو (اور کسی امر واجب سے روکنے کا کسی کو شرعاً اختیار نہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مذکورہ بالا حدیث صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قال ابن دقيق العيد هٰذا الحديث عام في النساء الا ان الفقهاء خصوه بشروط منها ان لا تطيب وهو في بعض الروايات– "وليخرجن تفلات" ...... وقال يلحق با لطيب مافي معناه لان سبب المنع منه مافيه من تحريك داعية الشهوة كحسن الملبس،والحلي الذى يظهر، والزينة الفاخرة ، وكذا الاختلاط بالرجال ـــــــ وقد ورد في بعض طرق هٰذالحديث وغيره مايدل ان صلوٰة المرأة في بيتها افضل من صلوٰتها في المسجد وذٰلك في رواية حبيب بن ابى ثابت عن ابن عمر بلفظ "لاتمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن" اخرجه ابو داؤد وصححه ابن خزيمة ووجه كون صلوٰتها في الاخفاء افضل تحقيق الامن من الفتنة ويتأكد ذٰلك بعد وجود ماحدث النساء من التبرج والزينة ومن ثم قالت عائشة ما قالت "

(فتح الباری، ج: ۲، ص: ۴۴۴)

حافظ ابوالفتح ابن دقیق العید فرماتے ہیں یہ حدیث تمام عورتوں کے حق میں (بظاہر) عام ہے مگر فقہاء اسلام نے اس عموم کو شرطوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ (مسجد میں حاضر ہونے والی عورت) خوشبو سے معطر نہ ہو، یہ شرط بعض احادیث میں "وليخرجن تفلات" (یعنی گھروں سے بغیر خوشبو کے استعمالی کپڑوں کی بو کے ساتھ نکلیں) کے الفاظ کیساتھ مصرح ہے۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہوگا جس کے اندر خوشبو کی

طرح تحریک شہوت کی صفت پائی جائے کیونکہ (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو استعمال کرنے کی ممانعت کا سبب یہی ہے کہ اس سے جذبۂ شہوت میں تحریک اور بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ (لہٰذا ہر وہ حالت جو اس جذبہ کی تحریک کا سبب بنے وہ بھی استعمال خوشبو کی طرح ممنوع ہوگی) جیسے خوبصورت کپڑے، نمایاں زیورات، قابل ذکر آرائش، اور اسی طرح مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونا ـــــــ پھر اس حدیث کی بعض سندوں میں اور اس کے علاوہ دیگر احادیث میں وہ الفاظ آتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل و بہتر ہے جیسے حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر کی روایت میں ہے "لاتمنعوا نساء کم المساجد وبیوتھن خیر لھن" (اپنی عورتوں کو مساجد آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر ادائے نماز کے واسطے ان عورتوں کے حق میں بہت بہتر ہیں) اس حدیث کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح بتایا ہے۔

زیادہ سے زیادہ پوشیدگی اور پردے کی حالت میں عورتوں کی نماز افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں فتنہ سے پوری طرح امن و حفاظت حاصل ہو جاتی ہے ـــــــ اور عورتوں میں (بلالحاظ حکم شریعت) آرائش جمال اور مردوں کے سامنے جلوہ آرائی کی رسم بد پیدا ہو جانے کے بعد ان کے لئے مساجد کی حاضری کے بجائے گھروں میں نماز ادا کرنے کا حکم مزید مؤکد ہو جاتا ہے (اس لئے ان حالات میں ان کی حاضری سے متعلق حکم سابق باقی نہیں رہ سکتا) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ارشاد "لوادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ماحدث النساء لمنعهن المسجد" الخ. (اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عہد مبارک میں عورتوں کی اس رسم بد کا ظہور ہو گیا ہوتا تو آپ انہیں مسجدوں میں آنے سے

روک دیتے) میں اسی تبدیلیٔ حالات سے تبدیلیٔ حکم کی بات کہی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس اثر سے متعلق تفصیلات آئندہ صفحات میں آرہی ہیں۔ وہیں اس اثر کے بارے میں تفصیلات ملاحظہ کی جائیں۔

شارحین حدیث کی ان تشریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں چند شرطوں کی پابندی کے ساتھ مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور اس وقت بھی ان کے لئے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا ہی افضل و بہتر تھا۔

مشہور غیر مقلد عالم و محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی امام نووی شارح مسلم اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ بالا عبارت شرح ترمذی میں نقل کی ہے اور صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ عورت کی نماز اپنے گھر میں اس کی مسجد کی نماز سے افضل ہے۔

(دیکھئے تحفۃ الاحوذی ج: ۲، ص: ۱۴۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۵ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک (جسے زبان رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے "خیر القرون قرنی" کا شرف لازوال حاصل ہے، اپنے اندر جس قدر خیر و صلاح کو سمیٹے ہوئے تھا آج کے اس پرفتن دور میں اس کا صحیح اندازہ بھی بس سے باہر ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت سے ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آگیا تھا جسے خود خدائے علیم و خبیر نے خیر امت کا انتہائی عظیم و قابل فخر خطاب مرحمت فرمایا ہے اس معاشرہ کے ایک ایک فرد کے دل ایمان و یقین سے مزین تھے کفر و معصیت سے انہیں طبعی نفرت ہو گئی تھی جس کی شہادت قرآن میں ان الفاظ میں دی ہے حبب الیکم الایمان وزینہٗ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ ان کی تمام تر توجہات اور جہد و عمل کا مرکز و محور بس

فضل ربانی کی طلب اور رضاء الٰہی کی جستجو تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا۔ ایک ایسے صالح ترین اور مثالی معاشرے میں عورتوں کو اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ مسجد میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں باجماعت نماز ادا کرنے کا دینی شوق رکھتی ہیں تو شرائط کی پابندی کے ساتھ اپنی اس ایمانی خواہش کو پورا کرسکتی ہیں اور انہیں اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے شوہروں وغیرہ کو ہدایت دی گئی کہ وہ انہیں مسجدوں میں حاضر ہونے سے نہ روکیں۔ پھر ان کی اس حاضری میں یہ عظیم فائدہ بھی مضمر تھا کہ انہیں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی سعادت بے نہایت کا موقع بھی مل جاتا تھا۔

مسند ہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اس سلسلہ میں بڑی دلنشیں بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں۔

ولا اختلاف بین قوله صلى الله عليه وسلم: "اذا استاذنت امرأة احدكم الى المساجد فلا يمنعها" وبين ما حكم جمهور الصحابة من منعهن اذالنهى الغيرة التى تنبعث من الانفة دون خوف الفتنة، والجائز مافيه خوف الفتنة، وذالك قوله صلى الله عليه وسلم الغيرة غير تان الحديث" (يعنى احدهما ما يحب الله وثانيهما ما يبغض الله فالاولٰى الغيرة فى الريبة اى موضع التهمة والثانية الغيرة فى غير ريبة)

(الحجۃ اللہ البالغہ مترجم، ج: ۲، ص: ۶۰ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند ۱۹۸۶)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو، اور جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو عورتوں کو اس سے روکا، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں

ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روکنے سے منع فرمایا ہے۔

یہ وہ رکاوٹ ہے جو اس غیرت کی وجہ سے ہو جس کا سرچشمہ کبر ونخوت ہے نہ کہ فتنہ وابتلائے معصیت کا اندیشہ (اور صحابۂ کرام نے اپنے زمانہ میں جو عورتوں کو مسجد سے روکا) تو وہ اس جائز غیرت کی وجہ سے جو خوف فتنہ کی بناء پر تھی چناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان ہے کہ "الغیرۃ غیرتان" تا آخر حدیث۔ یعنی غیرت کی دو قسم ہے ان میں کی ایک اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور دوسری اللہ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے پسندیدہ وہ غیرت ہے جو موقع تہمت اور خوفِ فتنہ ومعصیت کی وجہ سے ہو اور ناپسندیدہ وہ غیرت ہے جو کبر ونخوت کی بناء پر ہو۔

مطلب یہ ہے کہ عہدِ رسالت جو خیر وصلاح سے معمور اور فتنہ وفساد سے مامون تھا اس نور افشاں ہدایت افزا اور پاکیزہ ماحول میں مردوں کا عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنا کسی جذبہ خیر کی بناء پر نہ ہوتا بلکہ اپنی شیخی وبے جا احساس برتری جتانے کے لئے ہوتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی اصلاح باطن کے پیش نظر منع فرمادیا کہ وہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکیں۔

پھر اس مسئلہ میں یہ نفسیاتی پہلو بھی مدنظر رہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے حضرات صحابہ وصحابیات رضوان علیہم اجمعین کے اندر طلب فضل وخیر کا طبعی داعیہ پیدا ہوگیا تھا جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اس مقدس جماعت کا ہر ہر فرد رضاءِ الٰہی اور حصول حسنات کے لئے بے چین رہتا تھا بالخصوص خصوصی مواقع خیر مثلاً جمعہ، جماعت اور جہاد وغیرہ میں پیچھے رہ جانا ان کے لئے سوہانِ روح سے کم نہ تھا۔ تحصیل فضل وکرامت کے اسی جذبۂ فراواں کے تحت عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں اپنی

عدم شرکت کا شکوہ بھی کیا اور اس کی مکافات چاہی۔

چناں چہ خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال (انس) جئن النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یا رسول اللہ ذھب الرجال بالفضل والجھاد فی سبیل اللہ فمالنا عمل ندرك به عمل المجاھدین فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قعدت - اوکلمة نحوھا-منکن فی بیتھا تدرك عمل المجاھدین. (ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی جامع المسانید وقال رواہ ابو یعلیٰ عن نصر بن علی ومحمد بن الحسن وغیرھما عن ابی رجاء عن (روح بن المسیب) به" جامع المسانید، ج: ۲۱، ص: ۲٤۰ وذکرہ ایضا الحافظ الھیثمی وقال رواہ ابو یعلیٰ والبزار وفیه روح بن المسیب (ابو رجاء) وثقه ابن معین والبزار وضعفه ابن حبان وابن عدی" مجمع الزوائد، ج: ٤، ص: ۳۰٤) فھو حدیث حسن علی اصول المحدثین.

اب اگر ایسے جذباتی مسئلہ میں شوہروں اور دیگر سرپرستوں کی جانب سے عورتوں پر بندش عائد کی جاتی تو قوی اندیشہ تھا کہ عورتیں اس بندش کو برداشت نہ کرسکیں جس کے نتیجہ میں معاشرتی نظام اور گھریلو زندگی میں انتشار ہو سکتا تھا۔ اس لئے حکمتِ نبوت نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ مردوں کو روک دیا کہ وہ براہ راست عورتوں کو جمعہ وجماعت میں شرکت سے منع نہ کریں اور خود عورتوں کو پابند کیا کہ اگر وہ اپنے اس جذبہ خیر کی تکمیل چاہتی ہیں تو فلاں فلاں شرائط کی پابندی کریں اور اسی کے ساتھ انہیں ترغیب بھی دیتے رہے کہ مساجد کے مقابلہ میں ان کے لئے گھروں میں نماز ادا کرنا بہتر اور افضل ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے شرح مسلم میں اس نفسیاتی مسئلہ

اور نبوی حکمت عملی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ویمکن ان یقال ان الزوج لا یمنع زوجته من تلقاء نفسه اذا استاذنته ان لم یکن فی خروجها مایدعوالی الفتنة من طیب اوحلی اوزینة وغیرها نعم یمنعهاالعلماء المفتون والامراء القائمون بدفع الفتنة وتغییر المنکرات لشیوع الفتن وعموم البلویٰ والزوج ایضًا یخبرها بمنع العلماء واولی الامر والله اعلم۔" (فتح الملہم، ج:۲، ص:۶۹)

اور یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب عورتیں شرائط کی پابندی کرتے ہوئے مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کے شوہر براہ راست خود انہیں نہ روکیں ہاں اہل فتویٰ علماء اور معاشرہ کو فتنہ ومنکرات سے محفوظ رکھنے کے ذمہ دار امراء وحکام فتنوں کے پھیل جانے اور اس میں عمومی ابتلاء کے پیش نظر عورتوں کو مساجد میں آنے اور جمعہ وجماعت میں شریک ہونے سے روک دیں اور ان کے شوہر بھی علماء وحکام کی اس پابندی کی انہیں خبر کرسکتے ہیں"۔

۵- عن سالم بن عبدالله بن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لاتمنعوا نساء کم المساجد اذا استاذنکم الیها قال فقال بلال بن عبدالله والله لنمنعهن فا قبل علیه عبدالله فسبّه سباً ما سمعته سبه مثله قط وقال اخبرك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقول والله لنمنعهن .

(مسلم، ج:۱، ص: ۱۸۳)

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو جب وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں۔

سالم نے بیان کیا (یہ سن کر) بلال بن عبد اللہ نے کہا کہ بخدا ہم تو انہیں روکیں گے۔ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور انہیں اس قدر برا بھلا کہا کہ میں نے انہیں بلال کو اس طرح برا بھلا کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا اور فرمایا کہ میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (مبارک) بیان کر رہا ہوں اور تو (اس کے مقابلہ میں) کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی بظاہر یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عورتوں کو بغیر کسی قید وشرط کے مسجد جانے کی اجازت ہے لیکن یہ حدیث بھی مذکورہ بالا حدیثوں کی طرح مشروط ہے چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "ولا یخفی ان محل ذالک اذا امنت المفسدۃ منھن وعلیھن" (فتح الباری، ج:۲، ص:۳۴۳) یہ بات مخفی نہیں ہے یہ اجازت اسی وقت ہوگی جب کہ عورتوں کی ذات سے کسی فساد کا اندیشہ نہ ہو اور اسی طرح خود عورتیں دوسروں کے مفسدہ سے مامون ہوں۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر ان کے بیٹے بلال نے کہا بخدا میں تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کروں گا، طبرانی کی روایت میں خود ان کی زبانی یہ الفاظ ذکر کئے گئے۔ فقلت اما انا فساء منع اھلی فمن شاء فلیسرح اھلہ (فتح الباری، ج:۲، ص:۳۴۲) بلال کہتے ہیں میں نے کہا بہر حال میں تو اپنی بیوی کو منع کروں گا اور جس کا جی چاہے وہ اس پابندی سے اپنی بیوی کو آزاد کر دے۔

بلال نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اب عورتوں میں پہلے جیسی احتیاط نہیں رہی اور جن شرائط کے ساتھ انہیں مسجد آنے کی اجازت دی گئی تھی ان کی پابندی سے غفلت ولا پرواہی برتی جارہی ہے۔ بلال نے معاذ اللہ فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے معارضہ ومقابلہ کے طور

پر یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ دینی غیرت وحمیت کے تحت کہا تھا۔
مگر تعبیر میں ان سے چوک ہوگئی جس کی وجہ سے بظاہر معارضہ ومقابلہ کی صورت پیدا ہوگئی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا فدائی سنتِ رسول اسے کیونکر برداشت کر سکتا تھا اس لئے بیٹے کی اس بات پر وہ انتہائی ناراض ہوئے اور سخت وسست کہا۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وکانه قال لمارای من فساد بعض النساء فی ذالک الوقت حملته علی ذالک الغیرة،وانما انکر علیه ابن عمر لتصریحه بمخالفة الحدیث،والافلو قال مثلا ان الزمان قد تغیر وان بعضهن ربما ظهر منه قصد المسجد واضمارغیره لکان یظهران لا ینکر علیه" (فتح الباری،ج:۲،ص:۳۴۴)

بلال بن عبداللہ نے یہ بات عورتوں کے بگاڑ کے پیش نظر دینی غیرت کی بناء پر کہی تھی۔ اور عبداللہ بن عمر نے ان کی اس بات پر انکار اور اظہار ناراضگی اس وجہ سے کیا کہ (انہوں نے بغیر وجہ بیان کیے) براہ راست فرمان رسول کی مخالفت کی ورنہ اگر وہ یوں کہتے کہ اب حالات بدل گئے ہیں اور بعض عورتیں بظاہر مسجد جانے کے لئے ہی گھر سے نکلتی ہیں لیکن ان کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ناراض نہ ہوتے۔

حافظ ابن حجر کی اس توجیہ وتشریح کا مفاد یہی ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی لیکن تغیر زمانہ اور حالات کی تبدیلی کے بعد یہ حکم بھی بدل گیا اور اب عورتوں کا مسجد میں نہ آنا ہی مقتضائے شریعت کے مطابق ہے۔

﴿۲﴾ وہ احادیث جن سے صرف شب کی تاریکی میں مسجد جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے

۶- عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المسجد فأذنوالھن،

(بخاری، ج:۱، ص:۱۱۹، و۱۲۳، ج:۲، ص:۷۸۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تمہاری عورتیں تم سے رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دیدو۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائذنوا النساء باللیل الی المساجد فقال ابن لہ یقال لہ واقد اذاً یتخذ نہ دغلاً قال فضرب فی صدرہ وقال احدثك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقول لا، (مسلم، ج:۱، ص:۱۸۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رات میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دو (یہ حدیث سن کر) ان کے بیٹے واقد نے کہا اس اجازت کو عورتیں فساد اور مکر وفریب کا ذریعہ بنالیں گی (یعنی اس صورت میں انہیں اجازت نہیں دی جائے گی) راویٔ حدیث مجاہد نے کہا (بیٹے کا یہ جملہ سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینے پر تادیبا مارا اور فرمایا کہ میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو (اس کے جواب) لا کہہ رہا ہے یعنی ہم تو انہیں اجازت نہیں دیں گے۔ حدیث نمبر پانچ میں اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے بلال کا گزر چکا ہے اس جگہ

بھی واقد کے قول اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ردِ عمل کی وہی توجیہہ ہے جو بلال کے واقعہ میں بیان کی گئی ہے۔

تشریح: بخاری و مسلم کی ان دونوں روایتوں میں عورتوں کے لئے یہ اجازت رات کے وقت کے ساتھ مقید ہے بخاری کی حدیث نمبر ۶ کے تحت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری لکھتے ہیں:

قال الکرمانی فیه الدلیل ان النهار یخالف اللیل لنصه علی اللیل وحدیث لم تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ محمول علی اللیل ایضا،وفیه ینبغی ان یاذن لها و لا یمنعها مما فیه منفعتها وذٰلک اذالم یخف الفتنة علیها ولا بها وقد کان هوالا غلب فی ذالک الزمان انتهیٰ. (بخاری،ج:۱،ص:۱۱۹حاشیہ:۱۲)

اس حدیث میں لیل (رات) کاذکر اس بات کی دلیل ہے کہ دن کا حکم رات کے برخلاف ہے (یعنی دن کو یہ اجازت نہیں ہوگی) اور حدیث لم تمنعوا اماء اللہ الخ جس میں عورتوں کو مسجد جانے سے روکنے کو مطلقاً منع کیا گیا ہے اس میں بھی رات کی یہ قید ملحوظ ہوگی یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ عورتوں کو ان امور سے نہ روکا جائے جن میں ان کا نفع ہو بشرطیکہ ہر طرح سے فتنہ وفساد سے امن ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امن وصلاح ہی کا غلبہ تھا۔"

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اپنے الفاظ میں بعینہ یہی بات لکھی ہے البتہ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: بخلاف زماننا هٰذا الفساد فیه فاش والمفسدون کثیر وحدیث عائشة رضی اللہ عنها الذی یاتی یدل علی هٰذا.

(عمدۃ القاری،ج:۶،ص:۱۵۷ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ پاکستان ۱۴۰۲ھ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو صلاح وخیر اور امن

وامان کے غلبہ کا دور تھا رات کی تاریکی میں عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی۔ برخلاف ہمارے زمانہ کے جب کہ فساد اور بگاڑ کا دور دورہ اور مفسدین کی کثرت ہے (یہ اجازت بھی نہیں رہی) جس پر حضرت عائشہؓ کی آگے آرہی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب هل على من لايشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم" میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں کیوں کہ اس حدیث کی رو سے انہیں رات میں مسجد آنے کی اجازت ہے دن میں نہیں اور نماز جمعہ دن میں ادا کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ جمعہ ان پر فرض نہیں ورنہ انہیں دن میں آنے سے روکا نہ جاتا۔ (بخاری، ج:۱، ص:۱۲۳، حاشیہ:۴)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

قال الاسماعيلي اورد البخاري حديث مجاهد عن ابن عمر بلفظ "ائذنوا للنساء بالليل الى المساجد" او اراد بذالك ان الاذن انما وقع لهن بالليل فلا تدخل فيه الجمعة و رواية ابي اسامة التي اوردها بعدذالك تدل على خلاف ذالك يعني قوله فيهما "لا تمنعوا اماء الله مساجد الله" انتهى. والذي يظهر انه جنح الى ان هذا المطلق يحمل على ذالك المقيد والله اعلم فتح الباری، ج:۲، ص:۴۸۷

حافظ عسقلانیؒ کی عبارت سے بھی صاف ظاہر طور پر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ بخاری کے نزدیک عورتوں کو یہ اجازت رات کے ساتھ مقید تھی۔

۸- عن ابن عمر قال كانت امرأة لعمر تشهد صلوٰة الصبح والعشاء في الجماعة في المسجد فقيل لها لم تخرجين وقد تعلمين ان عمر يكره ذالك ويغار، قالت فما يمنعه ان ينهاني قال

یمنعه قول رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله، (بخاری، ج:۱، ص: ۱۲۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کے وقت مسجد جاکر جماعت میں شریک ہوتی تھیں، ان سے کہا گیا آپ (نماز کے لیے) مسجد کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے ہیں اور آپ کے باہر نکلنے پر انہیں غیرت آتی ہے، انہوں نے جواب دیا (اگر میرا مسجد میں جانا انہیں ناپسند ہے) تو مجھے اس سے روک دینے پر انہیں کیا چیز مانع ہے ان سے گفتگو کرنے والے نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لاتمنعوا اماء الله الخ (اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو) اس سے مانع ہے۔

تشریح: امام بخاری نے اس حدیث کو مذکورہ باب کے تحت ذکر کرکے ثابت کیا ہے کہ زوجہ حضرت عمر مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اس قدر دلدادہ تھیں کہ حضرت عمر کی ناپسندیدگی کے باوجود اسے چھوڑنے پر تیار نہیں تھیں بایں ہمہ وہ ظہر وعصر کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتی تھی جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے حق میں یہ اجازت شب کی تاریکی کے ساتھ مقید تھی۔ ورنہ ان کے اس شوق فراواں کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ ظہر و عصر وغیرہ کی جماعت میں بھی شریک ہوں۔

مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تغیر احوال اور خوف فتنہ کی بناء پر شب میں بھی عورتوں کے مسجد میں آنے کو پسند نہیں کرتے تھے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے جب کہ زوجہ حضرت عمر کا خیال یہ تھا کہ ابھی حالات اس درجہ نہیں بگڑے ہیں کہ مسجد جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی ذات اور ردائے پر اعتماد کرتے ہوئے جماعت میں شریک ہوتی رہیں لیکن بعد میں

جب انہیں یہ احساس ہوا کہ اب مسجد جا کر نماز پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا تو انہوں نے مسجد جانا ترک کر دیا۔ ائمہ حدیث وسیر نے ان کے حالات وواقعات کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں ان سے صاف طور پر یہی حقیقت سامنے آتی ہے، اس سلسلے میں حافظ ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴۶۵ھ نے اپنی مشہور محققانہ تالیف التمہید میں جو تفصیلات درج کی ہیں اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ زوجہ جن کا ذکر اس روایت میں ہے وہ مشہور صحابی سعید بن زید (یکے از عشرہ مبشرہ) رضی اللہ عنہ کی بہن عاتکہ ، زید بن عمرو بن نفیل ہیں" یہ پہلے حضرت صدیق اکبر کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں تھیں، حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا، عاتکہ نے تین شرطوں پر اپنی رضامندی ظاہر کی (۱) مجھے زدو کوب نہیں کریں گے (۲) حق بات سے منع نہیں کریں گے (۳) مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جا کر عشاء کی نماز ادا کرنے سے روکیں گے نہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان شرطوں کو منظور کر لیا اور عاتکہ ان کے حبالۂ نکاح میں آگئیں اور حضرت فاروق کی شہادت تک انہیں کی زوجیت میں رہیں"۔

"اضافہ از مرتب" اور اپنی اس شرط کے مطابق عشاء اور فجر کی نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرتی رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوف فتنہ کی بناء پر ان کا مسجد جانا گراں گذرتا تھا۔ مگر ایفائے شرط کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں مسجد جانے سے صراحتاً منع نہیں کیا البتہ اپنی اس گرانی کا تذکرہ ان سے کرتے رہتے تھے چناں چہ امام زہری (مرسلا) بیان کرتے ہیں کہ:

ان عاتکه بنت زید ابن عمرو بن نفیل و کانت تحت عمر بن الخطاب و کا[illegible]د الصلاة فی المسجد و کان عمر یقول لها

انك لتعلمين ما احبّ هٰذا فقالت والله لا انتهي حتٰى تنهاني قال اني لا انهاك، قالت فلقد طعن عمر يوم طعن وانهالفي المسجد ۔

(مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۱۴۸)

حضرت عمر فاروق کی زوجہ عاتکہ بنت زید نماز باجماعت کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے کہتے بخدا تمہیں خوب معلوم ہے کہ مجھے تمہارا یہ جانا پسند نہیں ہے۔ وہ ان کے جواب میں کہتیں جب تک آپ صراحتاً منع نہیں کریں گے میں جاتی رہوں گی، (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی شرط اور اپنے وعدہ کے پاس ولحاظ میں) فرماتے میں تو تمہیں صاف منع نہیں کروں گا۔ حضرت عاتکہ بیان کرتی ہیں (میں حسب معمول فجر و عشاء مسجد نبوی میں ادا کرتی رہی حتیٰ کہ) جس دن بحالت نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا میں مسجد میں تھی" انتہی۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

"حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سابقہ تینوں شرطوں پر اظہار رضا کیا حضرت زبیرؓ نے بھی یہ شرطیں منظور کرلیں اور نکاح ہوگیا۔ اور وہ حضرت زبیر کے گھر آگئیں، اور حسب معمول مسجد جاکر نماز باجماعت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بات حضرت زبیر پر شاق گذری جس پر حضرت عاتکہ نے کہا، کیا ارادہ ہے (شرط کی خلاف ورزی کرکے) کیا مجھے مسجد جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ (حضرت زبیر خاموش ہوگئے اور وہ مسجد جاتی رہیں) پھر جب حضرت زبیر پر صبر دشوار ہوگیا (اور قوت برداشت جواب دینے لگی) تو ایفائے شرط کا لحاظ کرتے ہوئے صراحتاً تو انہیں مسجد جانے سے منع نہیں کیا البتہ ایک لطیف تدبیر کے ذریعہ حضرت عاتکہ کو اس بات کا

احساس دلا دیا کہ اب زمانہ مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا چنانچہ) ایک شب حضرت عاتکہ کے گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت زبیر جا کر راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور حضرت عاتکہ جب وہاں سے گزریں تو پیچھے سے ان کے کمر کے نیچے ہاتھ مار کر وہاں سے کھسک گئے۔ خلاف توقع اچانک اس لا معلوم ہاتھ کی ضرب سے انہیں بڑی وحشت ہوئی اور تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگیں۔ اس واقعہ کی اگلی شب میں اذان کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی مگر وہ خلاف معمول مسجد جانے کی تیاری کرنے کے بجائے بیٹھی رہیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا خیریت تو ہے؟ اذان ہو گئی اور تم بیٹھی ہو؟ حضرت عاتکہ نے فرمایا "فسد الناس "لوگوں میں بگاڑ آگیا ہے (اب زمانہ مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا)" ولم تخرج بعد" اور اس کے بعد پھر کبھی مسجد جانے کے لئے گھر سے نہیں نکلیں (دیکھئے التمہید، ج: ۲۳، ص: از ۴۰۴ تا ۴۰۷)

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی دوسری کتاب الاستیعاب میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ میں حضرت عاتکہ کے ترجمہ میں پوری تفصیل کے ساتھ ان کے حالات تحریر کئے اور اسی ضمن میں اس مذکورہ واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت عاتکہ نے اس تجربہ سے گذرنے کے بعد جو فیصلہ کیا حضرت عمر فاروق اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما نے چشم بصیرت سے ہی اس فساد اور بگاڑ کو دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے انہیں ان کے باہر نکلنے پر ناگواری ہوتی تھی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی تغیر حالات کو دیکھ کر فرمایا تھا "لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد" اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں عورتوں کی موجودہ بے اعتدالیاں دیکھ لیتے تو انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔ اور اسی لئے حضرات فقہاء و محدثین اس زمانۂ شر و فساد میں

گھر کی محفوظ چہار دیواری سے باہر نکل کر جمعہ وجماعت میں شریک ہونے سے عورتوں کو منع کرتے ہیں۔

وہ احادیث جن میں مسجد کی حاضری کے وقت پردہ کی پابندی زیب وزینت، خوشبو کے استعمال اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کا حکم ہے

ضروری وضاحت: اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خواتین اسلام کے لئے اصل حکم تو یہی ہے کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر قدم نہ رکھیں چناں چہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۳ میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی" الآیة، تم اپنے گھروں میں قرار گیر رہو (مراد یہ ہے کہ پردہ میں اس طرح رہو کہ بدن اور لباس کچھ بھی نظر نہ آئے جو گھروں میں ٹھہرے رہنے سے حاصل ہوگا اور اسی حکم کی تاکید کے لئے فرمایا) قدیم زمانۂ جاہلیت کے رواج کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی رائج تھی)

حافظ ابن کثیر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"هٰذه آداب امر الله تعالى بهانساء النبي صلى الله عليه وسلم ونساء الامت تبع لهافي ذالك............ "وقرن في بيوتكن" اي الزمن بيوتكن فلاتخرجن لغيرحاجة ومن الحوائج الشرعية الصلوٰة في المسجد بشرطه كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"لاتمنعوا اما ء الله مساجدالله وليخرجن وهن تفلات—وفي رواية—وبيوتهن خير لهن" وقال الحافظ

ابوبکرالبزار حدثنا حمید بن مسعدة حدثنا ابو رجاء الکلبی روح بن المسیب ثقة حدثنا ثابت البنانی عن انس رضی الله عنه قال: جئن النساء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلن یا رسول الله ذهب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل الله تعالی فما لنا عمل ندرك به عمل المجاهدین فی سبیل الله تعالی؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم "من قعدت—اوکلمة نحوها—منکن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل الله تعالی" ....وقال البزار ایضاً.......... عن عبدالله رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال" المرأة عورة فاذا اخرجت استشرفها الشیطان واقرب ماتکون بروحة ربها وهی قعر بیتها" رواه الترمذی....نحوه.

یہ چند آداب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات "کو حکم فرمایا ہے اور خواتین اسلام ان احکام میں ازواج مطہرات کی تابع ہیں........ وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ "یعنی اپنے گھروں سے چمٹی رہو اور بلاضرورت (بشری یا شرعی) باہر نہ نکلو اور شرعی ضرورتوں میں سے ایک شرائط مقررہ کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور وہ مسجد کے لئے نکلیں تو خوشبو نہ لگائے ہوں، اور ایک روایت میں (یہ زیادتی ہے) اور نماز پڑھنے کے لئے ان کے گھر ہی انکے لئے بہتر ہیں۔

اور حافظ ابوبکر بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ کچھ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تو فضل

وجہاد کو لے اڑے لہٰذا ہمیں بھی کوئی ایسا کام بتایا جائے جس سے ہم جہاد کے ثواب کو پالیں؟

آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں جمی بیٹھی رہے (یا اسی کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا) اسے راہِ خدا میں جہاد کا ثواب حاصل ہو جائے گا"

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستورات کا اپنے گھر کی چہار دیواری میں اپنے آپ کو مقید رکھنا ہی ان کے حق میں جہاد فی سبیل اللہ ہے اور بغیر اجازت شرعی کے گھر سے باہر نکلنا جہاد سے بھاگنا ہے)

اور حافظ بزار حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت سراپا پردہ ہے (اور جب وہ اپنے آپ کو بے پردہ کر کے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ اور عورت اپنے رب کی رحمت و مہربانی سے سب سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ امام ترمذی نے بھی اسی معنی کی حدیث ایک اور سند سے روایت کی ہے"۔

قرآن حکیم اور ان مذکورہ احادیث سے جنہیں حافظ ابن کثیر نے آیت کی تفسیر کے تحت نقل کی ہیں صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلامی شریعت میں عورت کی عملی سرگرمیوں کا مرکز اس کا اپنا گھر ہے اور اس کی زندگی کے سہانے اور رحمت آگیں لمحات وہی ہیں جو گھر کی چہار دیواریوں کے پرامن ماحول میں بسر ہوتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی اور ارشادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق عورت کے لئے اصل حکم تو " قرار فی البیوت" ہی ہے۔ لیکن اسلام چوں کہ دین فطرت ہے جس میں بیجا تنگی اور ناقابل تحمل پابندی کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے اس اصل حکم کے ساتھ یہ رخصت و رعایت بھی دی گئی ہے کہ بوقت ضرورت چند

باتوں کی رعایت کرتے ہوئے باہر نکل سکتی ہیں۔

چناں چہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قد اذن الله لكن ان تخرجن لحوائجكن (صحيح بخاری كتاب التفسير و كتاب النكاح باب خروج النساء لحوائجهن) اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

لیکن اس اجازت ورخصت کے ساتھ ایسے انتظامات کیے گئے کہ باہر کے ماحول سے عزت مآب خواتین اسلام کی عفت اور طہارت اخلاق مجروح نہ ہونے پائے اور نہ اسلامی معاشرہ ان کی وجہ سے ابتلاء و آزمائش کا شکار ہو۔اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ جب وہ کسی بشری یا شرعی ضرورت کے تحت گھروں سے باہر نکلیں تو درج ذیل امور کی پابندی کریں۔

الف: يُدنِين عليهِنَّ من جلابيبِهِنَّ" بڑی چادر اوڑھ لیں جس سے آنکھوں کے سوا سر سے پاؤں تک پورا بدن ڈھک جائے۔

ب: "يَغضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ" اپنی نظریں پست رکھیں، حتی الوسع کسی نامحرم پر نظر نہیں پڑنی چاہیے۔

ج: "وَلَا يُبدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا" اور اپنی پیدائشی اور بناوٹی زینت و آرائش کو ظاہر نہ ہونے دو البتہ جو بے قصد و ارادہ خود سے کھل جائیں یا جن کا چھپانا بس سے باہر ہو اس کے کھلنے میں کوئی حرج نہیں۔

د: "وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ" زمین پر اس طرح پاؤں نہ ماریں کہ ان کے پازیب وغیرہ کی جھنکار سنی جائے۔یہی حکم عورت کے ہر اس حرکت و عمل کا ہے جس سے اس کے حسن و آرائش کی نمائش ہو اور وہ مردوں کی توجہ کا ذریعہ بنے۔اس باب سے متعلق جملہ احادیث درحقیقت انہیں احکام خداوندی کی تفسیر و تشریح اور احکام سے ماخوذ دیگر

شرطوں کا بیان ہیں اس ضروری وضاحت کے بعد عنوان سے متعلق ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ کیجئے۔

پہلی شرط پردہ

۹ – عن عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته قالت: كن نساء المؤمنات يشهدن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ينقلبن الى بيوتهن حين يقضين الصلوٰة لا يعرفهن احد من الغلس"

(بخاری، ج:۱، ص: ۸۲و۱۲۰و مسلم، ج:۱، ص: ۲۳۰)

"عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ایمان لانے والی عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر میں اس حال میں حاضر ہوتیں کہ وہ اپنی رنگین موٹی چادروں میں سرسے پیر تک لپٹی ہوتی تھیں پھر نماز سے فراغت کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ صبح کی تاریکی کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں پاتا تھا"

۱۰ – عن ابی هريرة قال كن النساء يصلّين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الغداة ثم يخرجن متلفعات بمروطهن " رواه الطبرانی فی الاوسط من طريق محمد بن عمروبن علقمه واختلف فی الاحتجاج به"مجمع الزوائد ج:۲،ص:۳۳. ولكن معناه صحيح لثبوته من وجه آخر از مرتب.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتی تھیں پھر اپنی رنگین موٹی چادروں میں لپٹی مسجد سے نکل جاتی تھیں"۔

یہ دونوں حدیثیں فرمان الٰہی "یُدنین علیھن من جلا بیبھن" کی عملی تعبیر ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت شرعی کے تحت عورتوں کے لئے باہر نکلنا اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے آنا اسی وقت جائز ہے کہ وہ اچھی طرح سے برقعہ یا لمبی چادر میں اپنے پورے جسم کو ڈھکے ہوئے ہوں۔

دوسری شرط خوشبو کے استعمال سے اجتناب

۱۱ - عن زینب امرأة عبدالله قالت قال لنا رسول الله : اذاشهدت احدی کن المسجد فلا تمس طیبا" (مسلم ج:۱، ص:۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم عورتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا مسجد آنے کا ارادہ ہو تو خوشبو نہ استعمال کرے۔

۱۲ - عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما امرأة اصابت بخورافلاتشهد معنا العشاء الآخرة" (مسلم: ج:۱، ص:۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے بھی خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہو"۔

۱۳ - عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولکن لیخرجن وهن تفلات.

حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو لیکن وہ گھروں سے اس حالت میں نکلیں کہ ترک خوشبو کی وجہ سے ان کے کپڑوں سے بو آتی ہو" مسند احمد، ج:۱۹،

ص:۸ ۱۳وقال المحقق الشیخ احمد محمد شاکر اسنادہ صحیح وسنن ابی داؤد، ج:۱، ص: ۸۴واسنادہ حسن وموارالظمآن، ص:۱۰۲)

۱۴ – عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ائذنوا للنساء باللیل الی المساجد تفلات، لیث الذی ذکر تفلات"

(مسند احمد، ج۸، ص۸۲ وقال المحقق الشیخ احمدمحمد شاکر اسنادہ صحیح)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا عورتوں کو اجازت دو کہ وہ رات میں مسجد میں آئیں اس حال میں ا۔ ترک خوشبو سے ان کے کپڑوں سے خراب بو آرہی ہو۔

تنبیہ: "لیث الذی ذکر تفلات" امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ اس جملہ سے یہ وضاحت کررہے ہیں کہ اس حدیث کو مجاہد عن ابن عمر سے روایت کرنے والے دو راویوں لیث (ابن ابی سلیم) اور ابراہیم بن المہاجر میں سے لیث نے تفلات کا لفظ مجاہد سے روایت کیا ہے اور ابراہیم بن المہاجر نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

۱۵ – عن زید بن خالد الجهنی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا تمنعوا اماء الله المساجد ولیخرجن تفلات"

(رواه احمد والبزار والطبرانی فی الکبیر واسناده حسن مجمع الزوائد، ج: ۳۲، ۳۳ موارد الضمأن، ص:۱۰۲)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور وہ مسجد جانے کے لئے اس حال میں نکلیں کہ تیل، خوشبو (وغیرہ) استعمال نہ کرنے سے ان کے کپڑوں سے ناپسند بو آرہی ہو"

۱۶ – :عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتمنعوا

اماء الله مساجد الله وليخرجن تفلات،قالت :عائشة ولورأى حالهن اليوم منعهن."   (جامع المسانيد والسنن،ج:۷،۳،ص:۳٦٦)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور چاہیے کہ وہ میلی کچیلی نکلیں حضرت عائشہ کہتی ہیں اگر حضور ان کی آج کی حالت کو دیکھتے تو انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔

۱۷ – :عن موسى بن يسار رضي الله عنه قال: مرت بابي هريرة امرأة وريحها تعصب فقال لها اين تريدين يا امة الجبار؟ قالت: الى المسجد قال وتطيبت؟قالت : نعم،قال: فارجعي فاغتسلي فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول"لا يقبل الله من امرأة صلاةً خرجت الى المسجد وريحها تعصب حتى ترجع فتغتسل."

(رواه ابن خزيمة في صحيحه قال الحافظ (المنذري) اسناده متصل ورواته ثقات...الترغيب والترهيب:ج: ۳، ص : ۸۸) ورواه ابوداؤد، ج: ۲،ص: ۵۷۵ ونسائي ،ص: ۲۸۲ .

حضرت موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک عورت گذری اور خوشبو اس کے کپڑوں سے بھبھک رہی تھی، ابوہریرہؓ نے پوچھا اے خدائے جبار کی بندی کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مسجد کا، پوچھا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور اسے دھو ڈال کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو اس حالت میں مسجد کے لئے نکلے کہ خوشبو اس کے کپڑوں سے پھوٹ رہی ہو"

یہ مذکورہ حدیثیں اس بارے میں صریح ہیں کہ کسی قسم کی بھی خوشبو لگا کر عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور مردوں کے اجتماعات میں جانا خواہ وہ اجتماع مسجد میں نمازیوں کا کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں تو ایسی عورت کے لئے یہاں تک فرمایا ہے کہ

۱۸ - کل عين زانية والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذاو كذا يعني زانية" رواه الترمذی قال هٰذا حديث حسن صحيح) ہر آنکھ زنا کار ہے (یعنی زنا میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے) اور عورت جب خوشبو لگا کر (مردوں) کی مجلس کے پاس گزرتی ہے تو وہ ایسی نابکار ہے ایسی نابکار ہے حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ "کذا وکذا" کے الفاظ سے آنحضرت کی مراد زنا ہے۔

۱۹ - چناں چہ سنن نسائی اور صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان میں یہی حدیث ان الفاظ میں ہے۔

"ايما امرأة استعطرت، فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية و كل عين زانية" رواه الحاكم ايضاً وقال صحيح الاسناد

(الترغیب والترھیب، ج: ۳، ص: ۸۵)

جو عورت بھی خوشبو لگائے پھر گزرے کسی جماعت پر تاکہ وہ لوگ اسکی خوشبو کو محسوس کریں تو وہ زانیہ ہے (اور اسکی طرف دیکھنے والی) ہر آنکھ زناکار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت کا اس طرح معطر و مشکبار ہو کر غیر مردوں کے پاس جانا انہیں دعوتِ گناہ دینا ہے اس لئے اس کا یہ عمل اسی گناہ کے حکم میں ہے، اسی طرح کسی اجنبی عورت کی جانب شہوت و رغبت سے دیکھنا بھی گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب اور ذریعہ ہے لہٰذا یہ بھی اسی گناہ کے درجے میں ہے۔

چناں چہ حضرت عبد اللہ سے مروی ہے:

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم. یعنی عن دبه عزوجل. النظرة سهم مسموم من سهام ابلیس من ترکها من مخافتي ابدلته ایمانا یجد حلاوته في قلبه" رواه طبراني ورواه الحاکم من حدیث حذیفة قال صحیح الاسناد"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ (اجنبیہ پر نگاہ) ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو شخص میرے خوف سے اپنی نگاہ کو اس کے دیکھنے سے بچالے گا میں اس کے بدلے میں ایمان کی دولت سے مالا مال کردوں گا جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو خوشبو کی طرح داعیہ شہوت میں تحریک کا سبب بنے جیسے خوشنما، دیدہ زیب ملبوس، نمایاں زیورات تزئین و آرائش مردوں سے اختلاط اور ان سے رل مل جانا، ص: ۴، پر فتح الباری کی عبارت گذر چکی ہے اسے دیکھ لیا جائے اور در حقیقت یہ سب چیزیں آیت قرآنی " وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ" کے حکم میں داخل ہیں۔

تیسری شرط ترک زینت

۲۰ — عن عائشة رضی الله عنها قالت: بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس في المسجد اذ دخلت امرأة من مزینة ترفل في زینة لها في المسجد فقال النبي صلی الله علیه وسلم: یا ایها الناس انهوا نساء کم عن لبس الزینة والتبختر في المسجد فان بني اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نسائهم الزینه وتبخترن في المساجد (رواه ابن ماجه، ص: ۲۹۷ باب فتنه النساء والحافظ ابن عبد البر

فی التمهید لما فی الموطاء من المعانی والاسانید، ج:۲۳، ص:۴۰۷،طبع: ۱۴۱۰ھ) ھو حدیث ضعیف، ولکن حدیث عائشة "لو ادرك رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل " وحدیث ابی هریره "ولکن لیخرجن وهن تفلات" یؤید معناه والله اعلم.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتھے کہ قبیلۂ مزینہ کی ایک عورت خوبصورت کپڑوں میں مزین نازو نخوت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی (اس کی یہ ناپسندیدہ کیفیت دیکھ کر) آپ نے فرمایااے لوگواپنی عورتوں کو زینت سے آراستہ ہوکر ناز اور خوش رفتاری کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو، بنی اسرائیل اسی وقت ملعون کئے گئے جب ان کی عورتیں سج دھج کر نازو نخوت سے مسجدوں میں آنے لگیں۔

تشریح: عورتوں کا خوش منظر لباس میں سج دھج کر مساجد میں آنا اللہ کی رحمت و مغفرت اور اس کے قرب سے دوری کا سبب ہے اس لئے ایسی حالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی قطعاً اجازت نہیں ہو سکتی۔

چوتھی شرط مردوں سے عدم اختلاط:

۲۱ – "عن حمزة بن ابی اسید الانصاری عن ابیه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم :للنساءِ استاخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلصق بالجداد حتیٰ ان

ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به" (ابوداؤد، ج:۲، ص:۷۱۴)

حضرت ابو اسید الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ (آپ مسجد سے باہر تھے اور راستے میں مرد اور عورتیں باہم رل مل گئی تھیں) عورتو! پیچھے ہٹ جاؤ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم راستے میں (مردوں) سے مزاحمت کرو تمہیں راستے کے کنارے ہی سے چلنا چاہیے، (راوی حدیث بیان کرتے ہیں) فرمان نبوی سننے کے بعد عورتیں راستوں کے کنارے بنے مکانوں کی دیوار سے اس قدر رسٹ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

۲۲ – عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ليس للنساء نصيب للخروج وليس لهن نصيب في الطريق الافي جوانب الطريق" (رواه الحافظ ابن عبدالبر في التمهيد :ج:۲۳،ص: ۳۹۹، ٤٠٠ والطبراني كما في الجامع الصغير وهو حديث ضعيف فيض القدیر، ج:۵، ص:۳۷۸ و۳۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو گھروں سے نکلنے کا حق نہیں (البتہ اگر وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے تو نکل سکتی ہے) اور راستہ میں ان کا حق صرف راستہ کا کنارہ ہے۔

۲۳. ۲٤ – عن ابي عمر وبن حماس(مرسلاً) عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس للنساء وسط الطريق" وعن ابي هريرةؓ مثله.

(الجامع الصغیر مع فتح القدیر، ج:۵، ص:۳۷۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچ راستہ میں چلنا عورتوں کے لئے درست نہیں۔

۲۵ – عن ام سلمة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذا سلم قام النساء حين يقضي تسليمه ويمكث هو في مقامه يسير اقبل ان يقوم،قال (الزهري) نرى والله اعلم ان ذالك كان لكي تنصرف النساء قبل ان يدركهن الرجال" وفي موضع قال ابن شهاب فنرى والله اعلم بالصواب لكي ينفذ من ينصرف من النساء"
(بخاری،ج:۱،ص:۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پوری فرماکر سلام پھیرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پورا ہوتے ہی بلا تاخیر عورتیں صف سے اٹھ کر چلی جاتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر ٹھہرے رہتے (اور مرد بھی آپ کی اتباع میں رکے رہتے جیسا کہ بخاری ہی کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے)

اپنے دور کے امام المحدثین مشہور تابعی ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فراغت کے بعد مصلی پر کچھ دیر تشریف فرما رہنا اس مصلحت کی بناء پر تھا کہ عورتیں پہلے مسجد سے نکل جائیں تاکہ مردوں اور عورتوں کا باہم اختلاط و ازدحام نہ ہو۔

۲۶-- حدثنا عبدالوارث ثنا ايوب عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لوتركنا هٰذا الباب للنساء، قال نافع فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات" قال ابو داؤد رواه اسمعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع قال قال عمر وهٰذا اصح (ابوداؤد،ج:۱،ص:۶۶ و ۸۴)

وفي بعض النسخ قال ابو داؤد وحديث ابن عمر وهم من عبد الوارث اى رفعه وهم منه ، وقال المحدث خليل احمد السهارنفوري ولم أجد دليلا ما ادعاه المصنف من الوهم فان

الراويين كلهما ثقتان ،بذل المجهود، ج: ١، ص: ٣٢٠.

وهو كما قال لان الصحيح بل الصواب الذى عليه الفقهاء الاصوليون ومحققو المحدثون انه اذاروى الحديث مرفوعا وموقوفا او موصولاً ومرسلا حكم بالرفع والوصل لانها زيادة ثقة سواء كان الرافع والواصل اكثر واقل في الحفظ والعدد (شرح مسلم اللنووى، ج: ١، ص: ٢٥٦ و كتاب القرآة للبيهقى ،ص: ٤٨، كتاب الاعتبار للحازمى ، ص: ١٢ وتلخيص الحبير للحافظ ابن حجر، ص: ١٢٦ وايضا قال النواب صديق حسن في "دليل الطالب" ،ص: ١٢٧٠ اذا كان الواصل ثقة فهو مقبول.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد نبوی کے اس دروازہ کی جانب جسے اب باب النساء کہا جاتا ہے) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کاش کہ اس دروازہ کو لوگ عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے (یعنی مرد اس دروازہ سے آنا جانا بند کر دیں صرف عورتیں ہی اسے اپنی آمد ورفت کے لئے استعمال کریں تو یہ بہتر ہوتا کیونکہ اس صورت میں مرد و عورت کے باہمی اختلاط سے امن رہے گا) نافع کہتے ہیں (اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر اس دروازہ کے استعمال کرنے سے مردوں کو منع نہیں فرمایا تھا مگر منشائے نبوت کی اتباع میں) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پھر تاحیات اس دروازہ سے مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوئے۔

تشریح: حدیث نمبر ۲۱ سے ۲۶ تک کی تمام روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت شرعی طور پر اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ راستے اور مسجد میں عورتوں و مردوں کا باہم اختلاط نہ ہونے پائے۔ پھر اسی

اختلاط مرد وزن سے حفاظت کے لئے عورتوں کو صف میں پیچھے رکھا اور مردوں وعورتوں کے درمیان بچوں کی صف حائل کر دی چناں چہ امام احمد نے مسند احمد میں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک دن انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا:

۲۷ – یامعاشر الاشعرین اجتمعوا،واجمعوا نساء کم وابناء کم حتی اعلمکم صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بنا المدنیۃ، فاجتمعوا نسائھم وابنائھم فتوضاء وأداھم کیف یتوضأ ......حتی لما فاء الفئ وانکسر اظل قام فاذن فصف الرجال فی ادنی الصف،وصف الولدان خلفھم وصف النساء خلف الولدان" الحدیث(مسنداامام احمد،ج:۵، ص: ۳۴۳ وجامع المسانید والسنن،ج:۱۴،ص:۴۵۳) رواہ ابو شیبۃ فی مصنفہ عن ابی مالك الاشعری بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی،فاقام الرجال یلونہ واقام الصبیان خلف ذالك، واقام النساء خلف ذالك"کما فی نصب الرایۃ، ج:۲، ص:۳۶. وقدوری ابوداؤد الطرف الاول منہ فی سننۃ، ج:۱، ص:۹۸ فی باب مقام الصبیان من الصف.

(حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا) اے اشعریو جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں و بچوں کو بھی اکٹھا کرلو تا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں جو آپ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے، تو سارے لوگ جمع ہو گئے اور اپنی عورتوں و بچوں کو بھی جمع کر لیا۔ (پہلے تو) انہیں وضو کر کے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے، پھر جب سایہ ڈھل گیا اور گرمی کی تیزی میں کمی آگئی تو کھڑے ہوئے اور اذان دی پھر مردوں کی صف اپنے سے قریب قائم کی اور مردوں کی صف کے

پیچھے بچوں کی صف بنائی اور ان کی صف کے پیچھے عورتوں کی صف بندی کی۔
مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کا ترجمہ یہ ہے:
ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو مردوں کو اپنے قریب کھڑا کیا اور مردوں کے پیچھے بچوں کو اور بچوں کے پیچھے عورتوں کو کھڑا کیا پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عورتوں کو ترغیب دی کہ وہ مردوں سے زیادہ فاصلے پر رہیں چناں چہ امام بخاری کے علاوہ سب اصحاب صحاح ستہ نے ابوہریرہؓ کی یہ روایت تخریج کی ہے "قال قال رسول الله عليه وسلم :خير صفوف الرجال اولها،وشرها آخرها، وخير صفوف النساء آخرها ،وشرها اولها"۔ یعنی ثواب کے لحاظ سے مردوں کی سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری۔ اور ان عورتوں کی جو مردوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہیں ثواب کے اعتبار سے سب سے اچھی پچھلی صف ہے اور سب سے خراب آخری۔ امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما صفوف الرجال فهي على عمومها فخيرها اولها ابدا وشرها آخرها ابداً، اما صفوف النساء فالمراد بالحديث صفوف النساء اللواتي يصلين مع الرجال واما اذا صلين متميزات لا مع الرجال فهن كالرجال خير صفوفهن اولها وشرها آخرها والمراد بشر الصفوف في الرجال والنساء اقلها ثوابا وفضلا وبعدها من مطلوب الشرع.

وانما فضل آخر صفوف النساء الحاضرات مع الرجال لبعدهن من مخالطة الرجال ورويتهم وتعلق القلب بهم عند روية حركاتهم وسماع كلامهم۔ (مسلم مع شرح النووی، ج:۱، ص:۱۸۲)

مردوں کی صفوں کا حکم اپنے عموم پر ہے یعنی خواہ صرف مردوں کی جماعت ہو یا مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوں بہرحال مردوں کی پہلی صف باعتبار ثواب و فضیلت کے بہتر ہے اور آخری صف اس کے برعکس رہا عورتوں کی صف کا حکم تو حدیث میں اس سے مراد ان عورتوں کی صفوں کا ہے جو مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور اگر عورتیں الگ اپنی جماعت کریں تو اس صورت میں ان کی بھی اگلی ہی صف بہتر ہوگی اور پچھلی خراب جیسا کہ مردوں کی صف کا حکم ہے۔

اور مردوں کے ساتھ ہونے کی حالت میں ان کی آخری صفوں کی فضیلت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس وقت وہ مردوں کے ساتھ اختلاط اور رلنے ملنے سے دور ہو جاتی ہیں اور بالکل پیچھے ہونے (اور بیچ میں مزید بچوں کی صف کے حائل ہو جانے سے)

مردوں کو اور ان کی حرکات کو دیکھنے اور ان کی باتیں سننے سے بھی دور ہو جاتی ہیں جس سے ان کا قلبی اطمینان (شیطانی ادہام و ہوا جس سے بالکل مامون و محفوظ رہتا ہے۔

چناں چہ اسی مصلحت کے پیش نظر عورتوں کو حکم تھا کہ جب تک مرد سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ نہ جائیں وہ سجدہ سے سر نہ اٹھائیں "یا معاشر النساء لاترفعن رؤسکن حتی یرفع الرجال" (مسلم، ج:۱، ص:۱۸۲)

اور اسی غایت درجہ احتیاط کے تحت اگر امام کو نماز میں سہو پیش آجائے تو اسے آگاہ اور متنبہ کرنے کے لئے مرد سبحان اللہ کہے گا مگر مجمع میں عورت کو اس قدر بھی بولنے کی اجازت نہیں دی گئی التسبیح للرجال والتصفیق للنساء (مسلم، ج ۱، ص:۱۸۰) یعنی امام کو سہو پر آگاہ کرنے کے لئے عورت بجائے زبان سے تسبیح پکارنے کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو

بائیں ہاتھ کی پشت پر تھپتھپادے اور بس۔

خیال کیجئے نماز مذہب اسلام میں سب سے اہم و افضل عبادت ہے، مسجد نبوی کی نماز تمام مساجد سے ہزار گنا فضیلت وزیادتی رکھتی ہے امام المرسلین والانبیاء کی اقتداء میں ایک نماز بھی وہ گنج گراں مایہ ہے جس کے مقابل دنیا مع اپنے تمام تر خزانوں کے پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی، پھر عام طور پر مقتدی وہ لوگ ہیں (کہ بجز انبیاء) جن سے بڑھ کر پاکباز و مقدس جماعت چشم آسمان نے نہیں دیکھی، اسلامی معاشرہ ایسے مرد و عورت پر مشتمل ہے جن کی عفت مآب زندگی آگے چل کر امت کے لئے طہارت اخلاق اور پاک دامنی کی تعلیم کا مثالی نمونہ بننے والی تھی، وقت کا تقاضا ہے کہ ہر لمحہ تازہ وحی اور نئے نئے احکام سے بہرہ ور ہونے کے لئے ہر مرد و عورت دربار نبوت میں حاضر ہوتا رہے، پوری فضا خشیتِ الٰہی اور طہارت و تقویٰ سے معمور ہے، ایسے مامون و مقدس ماحول اور ایسی پاکیزہ و ستھری فضا میں نبی مکرم وہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو بازاروں و میلوں میں گھومنے کے لئے نہیں، پارکوں اور مرغزاروں میں تفریح کے لئے نہیں، الورا اور ارجنٹا کی گھپاؤں اور کشمیر کی وادیوں میں سیر کے لئے نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں، خود اپنی اقتداء میں اور اتقیائے امت کی جماعت میں خدائے بزرگ و برتر کی سب سے بڑی عبادت ادا کرنے کے لئے اس قدر مقید کیا کہ رات کی تاریکی میں، سر سے پیر تک پورا بدن چھپا کر، خوشبو کے استعمال سے بالکلیہ اجتناب کرتے ہوئے میلی کچیلی حالت میں اس طرح آئیں کہ مردوں کا سایہ بھی نہ پڑنے پائے اور مردوں سے دور بالکل کنارے نماز ادا کر کے بغیر کسی توقف کے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں ان سارے احکامات وہدایات اور پابندیوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہے کہ ان کے

جوہر شرافت اور گوہر حفاظت پر ایسے پہرے بٹھادیئے جائیں تاکہ اختلاط مردوزن سے تخم فتنہ کو اسلامی معاشرہ میں نشوونما کا موقع فراہم نہ ہوسکے۔
پھر ان تمام تر پابندیوں کے باوجود بار بار اپنی رضا کا اظہار یوں فرمایا کہ عورتوں کے لئے مسجد کے بجائے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے اور خواتین اسلام کو گھروں ہی میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ ملاحظہ کیجئے:

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا افضل ہے

۲۸ — عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا نسائكم المساجد وبيوتهن خير لهن"

(رواه ابو داؤد في سننه، ج: ۱، ص: ۸۴ واخرجه الحاكم وقال صحيح على شرط الشيخين وصححهٗ ايضا ابن خزيمة)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر (نماز کے واسطے) ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں (یعنی مسجدوں میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے)

۲۹ — عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوٰة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها۔ **(رواه ابو داؤد في سننه، ج: ۱، ص: ۸۴)**

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور اس کی نماز گھر کی چھوٹی کوٹھری میں گھر کی نماز سے بہتر ہے (مطلب

یہ ہے کہ عورت جس قدر پوشیدہ ہوکر نماز ادا کرے گی اسی اعتبار سے زیادہ مستحق ثواب ہوگی)

۳۰ — عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی انها جاء ت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول الله انی احب الصلوٰة معك، قال: قد علمت انك تحبین الصلاة معی، وصلاتك فی بیتك خیر من صلاتك فی حجرتك، وصلاتك فی حجرتك خیر من صلاتك فی دارك، وصلاتك فی دارك خیر من صلاتك فی مسجد قومك، وصلاتك فی مسجد قومك خیر من صلاتك فی مسجدی قال: فامرت فبنی لها مسجد فی اقصیٰ شئ من بیتها واظلمه فکانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل"

(رواه احمد ورجاله رجال الصحیح غیر عبدالله بن سوید الانصاری ووثقه ابن حبان مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۳و ۳٤)

ابو حمید ساعدی کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ہے، آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہے، حالانکہ تیری کوٹھری کی نماز تیرے لئے بڑے کمرہ کی نماز سے بہتر ہے، اور تیری بڑے کمرہ کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور تیری صحن کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔ راوی حدیث نے کہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سمجھ کر) انہوں نے اپنے گھر والوں کو (گھر کے اندر مسجد بنانے کا حکم دیا) چناں چہ گھر کی ایک تیرہ و تار کوٹھری میں ان کے لیے مسجد بنائی گئی اور وہ اسی میں نماز پڑھتی رہیں

یہاں تک کہ اللہ کو پیاری ہو گئیں"۔

اس حدیث کی تخریج ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیحین میں کی ہے اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کا باب (عنوان) یہ قائم کیا ہے:

"باب اختیار صلاة المرأة فی حجرتها علی صلاتهافی دارها وصلاتها فی مسجد قومها فی مسجد علی صلاتها فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم، وان کانت صلاة فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم تعدل الف صلاة فی غیره من المساجد، والدلیل علی ان قول النبی صلی الله علیه وسلم صلاة فی مسجدی هٰذا افضل من الف صلاة فیما سواه من المساجد انما ارادبه صلاة الرجال دون صلاة النساء" (الترغیب والترہیب، ج:۱، ص:۲۲۵)

یہ بات (اس بیان میں ہے کہ) عورت کی نماز اپنی کوٹھری میں اس کے گھر کی نماز سے بہتر ہے اور اس کی محلّہ کی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے بہتر ہے اگرچہ مسجد نبوی کی نماز دیگر مساجد کی نمازوں سے ہزار درجہ افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "میری مسجد کی نماز دیگر مسجدوں کی نماز سے ہزار گنا بہتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ یہ افضلیت خاص مردوں کو حاصل ہوتی ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں"۔

۳۱ — عن ام سلمة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجر تها، وصلاتها فی دارها خیر من صلاتها فی مسجد قومها.

(رواه الطبرانی فی الاوسط باسنا د جید الترغیب والترهیب، ج: ۱، ص: ۲۲۶)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا "عورت کی اپنی کوٹھری کی نماز بہتر ہے اپنے بڑے کمرے کی نماز سے اور اس کے بڑے کمرے کی نماز بہتر ہے گھر کے صحن کی نماز سے اور اس کی صحن کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر ہے"۔

۳۲: وعنها رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: خیر مساجد النساء قعر بیوتهن"

(رواه احمدابو یعلی ولفظه خیر صلوٰة فی قعر بیوتهن ورواه الطبرانی فی الکبیر وفیه ابن لهیعة وفیه کلام مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی بہتر مسجدیں ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔

۳۳ – وعنها رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجرتها ،وصلاتها فی حجرتهاخیر من صلاتها فی دارها وصلوٰة فی دارهاخیر من صلاتها خارج".

(رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا زید بن المهاجر،قال ابن ابی حاتم لم یذکرعنه راوغیر ابنه محمد بن زید،مجمع الزوائد، ج: ۲،ص: ۳٤)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت کی نماز اپنی کوٹھری میں بہتر ہے اس کی بڑے کمرے میں نماز سے اور اس کی بڑے کمرے کی نماز بہتر ہے گھر کے صحن میں نماز سے اور گھر کے صحن کی نماز بہتر ہے گھر سے باہر کی نماز سے"۔

۳٤ – عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : صلاة المرأة فی داخلتها وربما قال فی مخدعها اعظم لاجرها من ان تصلی فی بیتها،ولان تصلی فی بیتها اعظم لاجرها من ان تصلی فی

دارها،ولان تصلي في دارها اعظم لاجرها من ان تصلي في المسجد الجماعة ولان تصلي في الجماعة اعظم لاجرها من الخروج يوم الخروج. (رواه الحافظ ابن عبدالبر بسنده في التمهيد، ج:۲۳،ص:۳۹۹)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت کا نماز پڑھنا گھر کے اندرونی حصہ میں اور کبھی کہتے ہیں گھر کی اندرونی کوٹھری میں اپنے اجر میں بڑھا ہوا ہے بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے،اور اس کا نماز پڑھنا کمرے میں صحن خانہ میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے۔اور اس کا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد جماعت (یعنی محلّہ کی مسجد) میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے اور اس کا مسجد جماعت میں نماز سے پڑھنا باہر جانے کے دن باہر کی نماز کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے"۔

۳۵- عن عائشة رضي الله عنهاقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة المرأة في بيتهاخير من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في حجرتها خير من صلاتها في دارها وصلاتها في دارها خير من صلاتها فيما وراء ذٰلك".

(رواه الحافظ ابن عبدالبر بسنده في التمهيد، ج:۲۳:ص:٤٠١)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی اپنی کوٹھری کی نماز بڑے کمرے کی نماز سے بہتر ہے،اور بڑے کمرے کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اس کے علاوہ دیگر مقامات کی نماز سے افضل ہے۔"

۳۶ – عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة وانها اذاخرجت من بيتها استشرفها الشيطان،وانها لاتكون اقرب الى الله منها في قعر بيتها"

(رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح، الترغيب والترهيب، ج:١، ص:٢٢٦)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت تو مکمل پردہ ہے (کیونکہ یہ جب بے پردہ ہوتی ہے تو شریف لوگوں کو اس کی بے پردگی سے شرم آتی ہے جس طرح پردہ کے اعضاء کے کھلنے سے شریف النفس کو شرم و عار محسوس ہوتی) اور عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان (یعنی جن و انس) اس کی تاک جھانک اور اس کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور اللہ سے زیادہ قریب اسی وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہوتی ہے (لہٰذا اس کی گھر کی نماز مسجد کی نماز کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب سے زیادہ قریب کرنے والی ہوگی)

۳۷: عنه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة تفضل على صلاتها في الجمع بخمس وعشرين درجة"

(الجامع الصغير مع فيض القدير ج:٤، ص:٢٢٣ ورمز المصنف لصحته وفيه بقية بن الوليد وهو صدوق كثير التدليس عن الضعفاء، كما في التقريب، ص:١٢٦، ورواه مسلم متابعة)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عورتوں کی اکیلے کی نماز مردوں کے ساتھ جماعت کی نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔

۳۸ – عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فاذا اخرجت استشرفها الشيطان، اقرب ماتكون من ربها اذاهي في قعر بيتها"

(موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، ص:١٠٣، وقال الهيثمي رواه

الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت سراپا پردہ ہے اور جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک اور چکر میں لگ جاتا ہے اور عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر اندرونی گھر میں ہوتی ہے۔

۳۹ – عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان احب صلاۃ المرأۃ الی اللہ فی اشد مکان فی بیتها ظلمةً" (رواہ ابن خزیمة فی صحیحه من روایة ابراهیم الهجری عن ابی الاحوص عنه الترغیب والترهیب، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عورت کی وہ نماز ہے جو تاریک تر کوٹھری میں ہو۔

۴۰ – وعنه رضی اللہ عنه (موقوفاً) قال: صلاۃ المرأۃ فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی حجرتها افضل من صلاتها فی دارها وصلاتها فی دارها افضل من صلاتها فیما سواہ ثم "قال ان المرأۃ اذا خرجت استشرفها الشیطان."

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے اور اس کا بڑے کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے، اور اس کا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا افضل ہے اس کے

علاوہ اور جگہ پڑھنے سے۔ پھر اس فضیلت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ گھر میں رہتی ہے تو شیطان کے فتنہ سے محفوظ رہتی ہے اور باہر نکلنے کی حالت میں وہ شیطان کی نگاہوں میں آجاتی ہے اور اسے کسی نہ کسی افتاد میں مبتلا کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

۴۱ – وعنه رضي الله عنه قال: ماصلت امرأة في موضع خير لها من قعر بيتها الا ان يكون المسجد الحرام اومسجد النبي صلى الله عليه وسلم الاالمرأة تخرج في منقلبها يعني خفيها".

(رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

۴۲ – وعنه رضي الله عنه انه كان يحلف فيبلغ في اليمين، ما من مصلى للمرأة خير من بيتها الا في حج اوعمرة الا امرأة قدئيست من البعولة وهي في منقلبها، قلت ما منقلبها قال امرأة عجوز قد تقارب خطوها."

(رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون " مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

دونوں حدیثوں کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اور بطور تاکید کے) سخت قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لئے اس کے گھر کے اندرونی حصہ سے بہتر کوئی جگہ نماز کی نہیں سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (یا حج اور عمرہ میں) مگر وہ عورت جو شوہروں سے ناامید ہو گئی ہو (یعنی ایسی بوڑھی عورت جسے شوہر کی ضرورت نہیں رہی) اور اپنے موزے میں ہو راوی نے پوچھا (منقلبین) موزوں سے آپ کی کیا مراد ہے تو فرمایا کہ ایسی بڑھیا (کہ بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے اس کے قدم قریب قریب پڑنے لگیں"۔

۴۳ – وعنه رضي الله عنه قال: ماصلت امرأة من صلاة احب الى الله من اشد مكان في بيتها ظلمةً.

(رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون"مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۳۵)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا عورت کی کوئی نماز خدا کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو اس کی تاریک تر کوٹھری میں ہو۔

۴۴ – وعنه رضي الله عنه قال: انما النساء عورة وان المرأة لتخرج من بيتها وما بها من بأس فيستشرفها الشيطان فيقول انك لاتمرين باحد الااعجبته وان المرأة لتلبس ثيابها فيقال اين تريدين، فتقول اعود مريضا اواشهد جنازة اواصلي في مسجد، وما عبدت امرأة ربها مثل تعبده في بيتها.

(رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات، مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۳۵ وذكره الحافظ المنذري في الترغيب، ج:۱،ص:۲۲۷ وقال اسناد هذه حسن)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتیں سراپا پردہ ہیں، عورت گھر سے اس حال میں نکلتی ہے کہ اس کا قلب بے عیب صاف ستھرا ہوتا ہے (لیکن گھر سے نکلتے ہی) شیطان اس کی فکر میں پڑ جاتا ہے اور وہ اس کی نگاہوں میں آجاتی ہے۔ اور اس کے دل میں ڈالتا ہے تو جس کے پاس سے بھی گزرے گی اسے اچھی لگے گی اور عورت (باہر جانے کے لئے کپڑا پہنتی ہے تو گھر والے پوچھتے ہیں کہاں کا ارادہ ہے۔ تو وہ کہتی ہے بیمار کی عیادت کو جارہی ہوں یا جنازہ میں جارہی ہوں یا مسجد میں نماز کو جارہی ہوں حالانکہ عورت کی سب سے بہتر اور اچھی عبادت یہی ہے کہ وہ (کسی کار خیر کے لئے باہر جانے کے بجائے) اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کرے۔

۴۵ – عن ابن عباس ان امرأة سألته عن الصلوٰة في المسجد

يوم الجمعة فقال: صلاتك في مخدع علك افضل من صلاتك في بيتك، وصلاتك في بيتك افضل من صلاتك في حجرتك، وصلاتك في حجرتك افضل من صلاتك في مسجد قومك.

(رواه ابن ابي شيبة في مصنفه، ج:٢، ص:٣٨٤)

رجاله رجال الجماعة سوى عبدالاعلى وهو صدوق يهم وروى عنه الاربعة وحسن له الترمذي وصحح الطبري حديثه في الكسوف.

"عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہارا نماز پڑھنا اپنی چھوٹی کوٹھری میں افضل ہے کمرے میں نماز پڑھنے سے، اور تمہارا کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

ان سب حدیثوں کا حاصل یہی ہے کہ عورت جس قدر اپنے پردہ کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ جتنا گھر اور پردہ سے دور ہوگی فتنہ اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا ورنہ ثواب کی کمی کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ مردوں کے دور جانے میں یہ احتمال نہیں ہے اس لئے ان کے دور جانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے "اعظم الناس اجرا في الصلوٰة ابعدهم فابعدهم ممشى" (متفق علیہ) ثواب میں وہ لوگ بڑھے ہوتے ہیں جو دور سے آتے ہیں اور ان سے زیادہ ان کا ثواب ہے جو اور دور سے آتے ہیں"۔

ضروری وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات عالیہ آپ کے سامنے ہیں جو تعدد طرق اور کثرت میں شہرت بلکہ تواتر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا محل فتنہ ہے اور ان کا اپنے مکان کے اندر رہنا اللہ کی رضا اور تقرب کا باعث ہے حدیث ۳۷،۳۸-۳۶اور ۳۹ کو ایک بار پھر غور سے ملاحظہ کر لیا جائے۔ نیز یہ احادیث مبارکہ واضح الفاظ میں بتا رہی ہیں کہ عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت واجب و سنت نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کا گھر کے اندر نماز پڑھنا افضل و بہتر ہے اور خواتین اسلام کو اپنے گھروں میں نماز ادا کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دلاتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ترغیبات کی موجودگی میں کیا کوئی عقل مند، ذی ہوش جس کے دل میں حکم خداوندی اور فرمودات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کچھ بھی قدر اور اہمیت ہے وہ یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جمہور محدثین وفقہاء معاشرہ کے بگاڑ اور ماحول میں ہر چہار سو پھیلے ہوئے شر وفساد کے پیش نظر عفت مآب مستورات کو جو مسجد آنے سے منع کرتے ہیں وہ فرمان الٰہی "وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ" اور منشا نبوی "وبیوتھن خیر لھن" (ان کے گھر ہی ان کے لئے بہتر ہیں) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں؟

لاریب کہ رسول اللہ ﷺ نے صاف لفظوں میں یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کو کسی حال میں گھر سے نکلنے مت دو، لیکن اس نکلنے پر جو قیود اور شرطیں

عائد کی ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ سطور میں آچکی ہے) اور ان سب کے بعد بھی جس طرح صاف اور واضح لفظوں میں بار بار عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنے کی جانب متوجہ کیا، رغبت دلائی اور جس کثرت سے اپنی مرضی مبارک کا اظہار فرمایا ان کا سرسری مطالعہ بھی ایک صاحب ایمان کے دل میں یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تائید وحمایت اس گروہ کے ساتھ ہرگز نہیں ہے جو مستورات کو گھر سے باہر نکلنے کی دعوت وترغیب دے رہے ہیں اور اپنی کم فہمی یا گمراہی کے سبب آنحضرت ﷺ کے خلاف منشا عمل کو "سنت" ٹھہرا رہے ہیں ذرا غور تو کیجئے اگر عورتوں کے لئے جماعت کی حاضری سنت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ جماعت ترک کر کے گھروں میں نماز پڑھنے کو افضل وبہتر کیونکر فرماتے اور اس کی ترغیب کیوں دیتے۔ جب کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماعت میں نہ ہونے والوں پر اس درجہ سخت ناراض ہوئے کہ اپنی تمام تر صفت رحمت وشفقت کے باوجود انہیں مع ان کے گھروں کے جلانے کی دھمکی دی سچی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک ایک لفظ اور ہر ہر فقرہ سے یہی مترشح ہو رہا ہے کہ خواتین اسلام کو ان ساری شرطوں کی رعایت کے باوجود آپ گو زبان مبارک سے صاف طور پر مساجد سے روک تو نہیں رہے ہیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ خود مستورات آپ کی مرضی ومنشا سے واقف ہو کر باہر نکلنے اور جماعت میں حاضر ہونے سے رک جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی منشاء کو بلا کم وکاست سمجھا اور اپنی بیوی عاتکہ کو جو ان کے ساتھ مسجد جایا کرتی تھیں صاف لفظوں میں منع تو نہیں کیا مگر اپنی ناگواری سے گاہ بگاہ ان کو مطلع کرتے رہے۔ اور شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد جب یہی خاتون حضرت زبیر بن

عوام رضی اللہ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ) کے عقد میں آئیں تو حضرت زبیر نے انہیں زبان سے تو نہیں روکا مگر ایک لطیف تدبیر اور درست حکمت عملی کے ذریعہ ان کو باور کرادیا کہ مسجد جانے کا ان کا یہ عمل منشاء نبوی کے خلاف ہے اور خطرات سے بھی خالی نہیں ہے چنانچہ اسی وقت سے اس اللہ کی بندی نے مسجد جانا ترک کردیا۔

ام حمید رضی اللہ عنہا اسی منشاء نبوی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی شدید خواہش کے باوجود گھر کی ایک کوٹھری میں نماز پڑھتی رہیں اور مرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں تادم حیات مسجد جانے کے لئے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احساس تو اس سلسلہ میں بہت قوی اور نہایت صحیح تھا اور بالخصوص نسوانی مسائل میں ان سے بڑھ کر اسرار شریعت سے واقف اور کون تھا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا تھا "لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء لمنعهن المسجد الحدیث" اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی اس بدلتی ہوئی حالت کو ملاحظہ فرمالیتے تو انہیں ضرور مسجد آنے سے روک دیتے۔

(۵) وہ احادیث جن سے مساجد میں جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے

٤٦ — عن عائشة قالت: لوادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل، فقلت: لعمرة او منعن؟ قالت نعم." (بخاری، ج:۱، ص:۱۲۰ و مسلم، ج:۱، ص:۱۸۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں نے زیب وزینت اور نمائش جمال کا جو طریقہ ایجاد کرلیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ملاحظہ فرمالیتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں" امام تیمی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ اثر اس کی دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر ان کا مسجدوں میں جانا درست نہیں۔

(عمدۃ القاری، ج:۶ ص:۱۵۹)

٤٧ – عن عائشة قالت كن نساء بني اسرائيل يتخذن ارجلا من خشب يتشرفن للرجال في المساجد فحرم الله عليهن، وسلطت عليهن الحيضة ص: ٤٤٥" اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح وهوان كان موقوفا حكمه حكم الرفع لانه لايقال بالرائي.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کے پاؤں بنالیا کرتی تھیں کہ ان پر اونچی ہو کر مسجدوں میں مردوں کو جھانکیں تو اللہ نے ان پر مسجدیں حرام کردیں اور ان پر حیض مسلط کر دیا گیا۔

٤٨ – عن ابن مسعود قال كان الرجال والنساء في بني اسرائيل يصلون جميعا فكانت المرأة (اذا كان) لها الخليل تلبس القالبين تطول بهما لخليلها فالقي عليهن الحيض، فمكان ابن مسعود يقول اخروهن حيث اخرهن الله، فقلنا لابي بكرما القالبين؟ قال رفيضين من خشب."

(اخرجه عبدالرزاق في المصنف، ج:۳،ص:١٤٩ وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد، ج:٢،ص:٣٥ وقال رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح وقال الحافظ اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح وعنده عن عائشة

مثلہ" فتح الباری، ج: ۱، ص: ۵۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے مرد وزن اکٹھا نماز پڑھا کرتے تھے جب کسی عورت کا کوئی آشنا ہوتا تو وہ کھڑاؤں پہن لیتی تھی جن سے وہ لمبی ہو جاتی اپنے آشنا کو (دیکھنے) کے لئے (توان کی اس نازیبا حرکت پر بطور سزا کے) ان پر حیض مسلط کر دیا گیا (یعنی ان کے حیض کی مدت دراز کر دی گئی اور اس حالت میں مسجدوں میں آنا حرام کر دیا گیا حضرت عبداللہ اس کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے ان عورتوں کو پیچھے رکھو جس جگہ سے اللہ نے انہیں پیچھے کر دیا ہے۔

اور طبرانی کی روایت میں اخروھن حیث اخرجھن اللّٰہ کے الفاظ ہیں یعنی ان عورتوں کو نکال دو جہاں سے اللہ نے ان کو نکالا ہے۔

توضیح: حدیث ۴۶ میں مزاج شناس نبوت اور واقف اسرار شریعت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑے بلیغ پیرائے میں امت کو تنبیہ فرماتی ہیں کہ اسلامی شریعت اس درجہ کامل اور لازوال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے جامع اور ابدی ہدایت کے حامل ہیں کہ زمانہ کے انقلابات کوئی بھی رنگ اختیار کرلیں ایک صاحب بصیرت پھر بھی آپ کے انہیں ارشادات کی روشنی میں یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے تو ان حالات کے سلسلہ میں کیا کیا احکامات صادر فرماتے۔

چناں چہ وہ اپنی اسی دینی بصیرت کی بنیاد پر کامل وثوق اور پوری قوت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ عفت مآب خواتین اسلام کی آبرو اور شریفانہ اخلاق کی حفاظت کی غرض سے گھر سے باہر نکلنے کے لئے جو قیود اور شرطیں عائد کی گئی تھیں اب عورتوں میں ان کا پاس ولحاظ نہیں رہا اور پاکیزگی اخلاق کے جس بلند معیار پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فائز تھیں اب

اس میں گراوٹ آ گئی ہے (اسی اخلاقی گراوٹ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے نے "فیتخذن دخلا" (اگر انہیں مسجد جانے کی اجازت دی گئی تو وہ اسے مکر و فریب کا ذریعہ بنالیں گی) کے الفاظ سے اور حضرت عاتکہ زوجہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے "فسد الناس" کے جملہ سے بیان کیا) ایسی حالت میں حضور انہیں مسجد میں آنے کی ہرگز اجازت نہ دیتے اس لئے تغیر احوال اور عورتوں میں در آئی بے احتیاطیوں کا تقاضہ یہی ہے کہ انہیں مسجد آنے سے قطعی طور پر روک دیا جائے۔ پھر اپنے اس بصیرت افروز فیصلہ کی تائید میں حدیث ۴۷ کو پیش فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی مگر جب ان کی نیتوں میں بگاڑ آیا اور اس اجازت کو انہوں نے دجل و فریب کا ذریعہ بنالیا تو ان پر مسجدوں کی آمد حرام کر دی گئی حدیث ۴۸ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی لفظ بہ لفظ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کی تائید و تصویب اور حمایت فرما رہے ہیں اور اس مضبوطی کے ساتھ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جس بات کو اصولی رنگ میں بیان کیا تھا حضرت ابن مسعودؓ نے اسی کو "اخرجوھن حیث اخرجھن اللہ" کے الفاظ میں نہایت واضح اور صاف طور پر بیان کیا یعنی جس جگہ (مسجد) سے اللہ نے ان (عورتوں) کو نکال دیا ہے (حکم خداوندی کی اتباع میں اے فرزندان اسلام) تم بھی وہاں (مسجدوں) سے انہیں نکال دو" پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صرف زبانی ہدایت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس اہم اور دور رس نتائج کے حامل مسئلہ میں اپنے عمل کے ذریعہ بھی امت کی رہنمائی فرمائی چناں چہ ابو عمرو الشیبانی بیان کرتے ہیں کہ

۴۹ — انه رای عبدالله یخرج النساء من المسجد یوم الجمعة ویقول اخرجن الی بیوتکن خیر لکن"

(رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون" مجمع الزوائد، ج: ٢، ص: ٣٥" وقال المنذری باسناد لابأس به" الترغیب، ج: ١، ص: ٢٢٨)

ابو عمرو الشیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو کنکری مار مار کر مسجد سے باہر نکال رہے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی اسوہ اور طرز عمل نقل کیا ہے چناں چہ وہ لکھتے ہیں۔

٥٠: "وکان ابن عمر رضی الله عنهما يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد" (عمدۃ القاری، ج: ٦، ص: ١٥٧)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے باہر نکال رہے تھے۔

خلیفہ راشد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تو اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ حساس تھے چناں چہ حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

٥١ – سئل الحسن عن امرأة جعلت عليها ان اخرج زوجها من السجن ان تصلي في كل مسجد تجمع فيه الصلوٰة بالبصره ركعتين؟فقال الحسن تصلي في مسجد قومها فانها لا تطيق ذالك لو ادركها عمر بن الخطاب لاوجع رأسها" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ٢، ص: ٣٨٤)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر اس کے شوہر کو جیل سے رہائی مل گئی تو وہ بصرہ کی ہر اس مسجد میں جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے دو رکعت نفل پڑھے گی تو حسن بصری نے فرمایا کہ وہ اپنے محلہ میں دوگانہ نفل پڑھ لے اسے ساری

مسجدوں میں جاکر نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں کیوں کہ اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کو پاتے، تو ایسا کرنے پر انہیں ضرور سزا دیتے۔

۵۲ — مشہور تابعی حضرت عطار حمہ اللہ سے ان کے شاگرد ابن جریج نے پوچھا:

ایحق علی النساء اذا سمعن الاذان ان یجئن کما هو حق علی الرجال؟قال لالعمری"　　(مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۱۴۷)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سے پوچھا کیا عورتوں کے حق میں بھی شرعاً یہ ثابت ہے کہ وہ جب اذان سنیں تو مسجد حاضر ہوں جس طرح اجابت اذان کا یہ حق مردوں پر ثابت ہے تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہیں۔

ایک اور تابعی و فقیہ و مجتہد حضرت ابراہیم نخعی کے بارے میں متعدد سندوں سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ:

۵۳ — کان لابراهیم ثلاث نسوة فلم یکن یدعهن یخرجن الی جمعة ولاجماعة.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۳۸۵ و مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۱۵۰ و ۱۵۱)

مشہور امام و محدث اعمش بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تین بیویاں تھیں وہ کسی کو بھی جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے کے لئے مسجد جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

۵۴: حضرت عبداللہ بن مسعود کے مشہور تلامذہ اور مجتہد فقیہ علقمہ اور اسود کے بارے میں بھی منقول ہے۔

ان علقمة والاسود کانا یخرجان نسائهم فی العیدین ویمنعانهن من الجمعة.　　(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۱۸۲)

عبدالرحمٰن بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ علقمہ اور اسود یہ دونوں بزرگ اپنی عورتوں کو عیدگاہ لے جاتے تھے مگر جمعہ میں حاضر ہونے سے منع کرتے تھے

(٦) عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے متعلق روایات

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو گئی کہ فرائض پنجگانہ اور جمعہ کی جماعتوں میں عورتوں کی حاضری افضل اور بہتر نہیں تو عیدین کی نمازوں میں (جو کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں) کیوں کر سنت و مستحب ہو سکتی ہے علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی بھی عورتوں کو عیدین کی نماز میں آنے کی ترغیب دی ہو اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہو اس لئے جن حدیثوں سے بھی اس زمانہ خیر و صلاح میں عورتوں کا عیدین کی جماعت میں حاضر ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ خواہ کسی بھی صیغے اور الفاظ پر مشتمل ہوں ان سے محض رخصت و اباحت ہی ثابت ہو گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ بچے، عورتیں بالخصوص دوران حیض تو سرے سے نماز عیدین کے شرعاً مکلف ہی نہیں ہیں تو پھر یہ عید گاہ جانے کے کیوں کر مکلف ہوں گے چناں چہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

"لایستدل بذالك علی الوجوب لان هٰذا انما توجه لیس بمکلف بالصلوٰة بالاتفاق، وانما المقصود التدرب علی الصلوٰة والمشارکة فی الخیر واظهار جمال الاسلام، وقال القشیری لان اصل الاسلام کانوا اذ ذاك قلیلین"

ان حدیثوں سے (جن میں عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے کا حکم ہے) اس کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حکم ان کو دیا گیا ہے جو سرے سے اس نماز کے مکلف ہی نہیں ہیں، بلکہ

عورتوں (اور بچوں) کو عیدگاہ لے جانے کا مقصد تو یہ تھا کہ انہیں نماز کا عادی بنایا جائے۔ (مسلمانوں کی دعاؤں کی) اور خیر و برکت میں ان کی بھی شرکت ہو جائے بقول امام قشیری اور چونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی) اس لئے عورتوں اور بچوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ عیدین کے موقع پر مردوں کے ساتھ عیدگاہ حاضر ہوں تاکہ جماعت مسلمین کی کثرت سے اسلام کے جمال اور شوکت کا اظہار ہو۔

تقریباً یہی بات امام طحاوی بھی فرماتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اس لئے تکثیر جماعت کے پیش نظر عورتوں (اور بچوں) کو عیدین میں نکلنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی کثرت دیکھ کر دشمنان اسلام کے اندر خوف و ہراس پیدا ہو، اب جب کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ دیدیا تو اس کی ضرورت نہیں رہی۔

اس تفصیل کے بعد اس باب سے متعلق احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کے پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن فریب خوردگان تہذیب مغرب خاص طور پر اس سے متعلق احادیث کو اپنی بیمار رائے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کو یہ باور کرانے کی سعی رائگاں کرتے ہیں کہ علمائے دین حدیث رسول کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے عورتوں کو عیدین کے موقع پر عیدگاہ جانے سے روکتے ہیں۔

۵۵ - عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج اهله فی العیدین "

(جامع المسانید والسنن ج: ۳۱، ص: ۹ (واسنادہ حسن۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کو عیدین میں لے جاتے تھے"

اس روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔ لیکن صرف لے جانے کے ثبوت سے استحباب یا سنت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یُقبِّل بعض نسائه وهو صائم وكان املككم لاربه" رسول اللہ صلی اللہ و سلم بحالت روزہ بعض ازواج کو بوسہ لے لیتے تھے اور آپ اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو رکھتے تھے، اس حدیث پاک سے حضور علیہ کا روزہ کی حالت میں بوسہ لینے کا ثبوت ہو رہا ہے تو کیا بحالت روزہ بوسہ لینا مستحب یا سنت ہے؟

اسی طرح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے وضو میں اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھویا، نہایت قوی حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی، تو کیا اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھونا سنت یا مستحب ہے یا صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے؟ بلکہ ان سب سے صرف جواز واباحت کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح عیدین میں آپ کے اہل خانہ کو لے جانے سے بھی جواز واباحت ہی کا ثبوت ہوگا اور بس۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ اباحت اس شر وفساد کے زمانہ میں بھی باقی ہے جب کہ باہر نکلنے کی اجازت جن شرطوں پر موقوف تھی ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل بالعموم باقی نہیں رہا۔

۵٦ – عن ام عطية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج الابكار والعواتق وذوات الخدور والحيض في العيدين فاما الحيض فيعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين، قالت احداهن يا رسول الله ان لم يكن لها جلباب؟ قال فلتعرها اختها من جلبابها.

قال ابو عيسى حديث ام عطية حديث حسن صحيح وقد

ذهب بعض اهل العلم الی هذا ورخص النساء فی الخروج الی العیدین، وکرهه بعضهم، وروی عن ابن المبارك انه قال اكره اليوم الخروج للنساء في العيدين فان ابت المرأة الا ان تخرج فياذن لها زوجها ان تخرج في اطمارها ولاتتزين فان ابت ان تخرج كذالك فللزوج ان يمنعها عن الخروج ويروى عن عائشة قالت: لورأى رسول الله صلى الله عليه وسلم مااحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل، ويروى عن سفيان الثورى انه كره اليوم الخروج للنساء الى العيد. (جامع ترمذی، ج:۱، ص:۱۲۰)

”حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر شادی شدہ، نوجوان اور پردہ نشیں عورتوں کو عیدین میں (عید گاہ) جانے کا حکم فرماتے تھے، لیکن حائضہ عورتیں مصلّی (نماز گاہ) سے علیحدہ رہتیں اور صرف مسلمانوں کی دعاء میں حاضر رہتیں، ہم عورتوں میں سے کسی نے کہا یا رسول خدا اگر کسی کے پاس پردہ کے واسطے بڑی چادر (برقع) نہ ہو (تو وہ کس طرح نکلے گی) فرمایا اس کی بہن اپنا جلباب (جو فاضل ہو) اسے عاریت پر دیدے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ام عطیہ کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ اور بعض علماء نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کو اختیار کیا ہے اور عیدین میں عورتوں کو عید گاہ جانے کی رخصت دی ہے، اور بعض دوسرے علماء اس نکلنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک (مشہور امام حدیث) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک آج کے زمانہ میں عورتوں کا عیدین میں عید گاہ جانا مکروہ ہے اور اگر کوئی عورت جانے پر بضد ہو تو اس کا شوہر اس شرط کے ساتھ اجازت دیدے کہ وہ اپنے پرانے کپڑوں میں بغیر زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کے جائے اور اگر اس طرح سادگی کے ساتھ

جانے پر تیار نہ ہو اور سج دھج کر جانا چاہے تو شوہر اس کو نکلنے سے روک دے، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے جنہیں عورتوں نے ایجاد کرلیا ہے تو انہیں مسجد جانے سے ضرور روک دیتے جس طرح سے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ اور سفیان ثوری (مشہور امام حدیث و مجتہد) کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی آج کے زمانہ میں عورتوں کو عید کے موقع پر عیدگاہ جانے کو مکروہ کہتے ہیں"۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ ائمہ حدیث وفقہ اس حدیث پاک کو مصالح کی بنیاد پر ایک وقتی رخصت واباحت پر محمول کرتے ہیں ورنہ اپنے عہد میں عورتوں کے عیدگاہ جانے کو حدیث کے خلاف مکروہ کیوں کر کہتے۔ پھر تنہا عبداللہ بن مبارک اور سفیان ثوری ہی عورتوں کے عیدگاہ جانے کو ناپسند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ساتھ اکابر امت کی ایک جماعت ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل روایتیں۔

۵۷ – عن نافع عن ابن عمر انه كان لا يخرج نساءه في العيدين (اخرجه ابن ابی شيبة ورجال اسناده رجال الجماعة غير عبدالله بن جابر وقال الذهبي في الكاشف هو ثقة وقال الحافظ في التقريب مقبول من السادسة)

نافع مولیٰ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر اپنی عورتوں کو عیدین میں (عیدگاہ) نہیں لے جاتے تھے"

۵۸ – مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت بھی ہے "وكان عبدالله بن عمر يخرج الى العيدين من استطاع من اهله"

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے گھر والوں میں جسے بھی لے جاسکتے اسے

لے کر عیدگاہ جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے معمول سے متعلق بظاہر یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں حافظ عسقلانی نے اس تعارض کو یہ کہہ کر ختم کیا ہے "فیحتمل ان یحمل علی حالتین" یعنی ان ہر دو روایتوں کو دو حال پر محمول کیا جائے کہ کبھی گھر والوں کو عیدگاہ لے جاتے تھے اور کبھی نہیں لے جاتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول اللہ (ﷺ) پر جس وارفتگی اور شدت کے ساتھ عامل تھے وہ جماعت صحابہ میں ان کی خصوصیت شمار کی جاتی ہے اس لئے عورتوں کو عیدین میں لے جانے سے متعلق آنحضرت ﷺ کے قول و عمل کے بعد ابن عمر جیسے شیدائی سنت کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو عیدگاہ لے جائیں اس لئے بظاہر یہی احتمال قوی ہے کہ ابتداء میں ان کا عمل یہی تھا کہ پورے اہتمام کے ساتھ وہ اپنے گھر والوں کو عیدگاہ لے جایا کرتے تھے، لیکن جب احوال متغیر ہو گئے اور فتنہ کا اندیشہ قوی ہو گیا تو سنت رسول ہی کی اتباع میں اہل خانہ کو عیدگاہ کو لے جانا ترک کر دیا۔

۵۹ — عن هشام بن عروة عن ابيه انه كان لا يدع امرأة من اهله تخرج الى فطر ولا اضحى۔

(اخرجه ابن ابي شيبة في مصنفه، ج: ۲، ص: ۱۸۳ ورجاله رجال الجماعة)

ہشام اپنے والد عروہ (یکے از فقہائے سبعہ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر کی کسی عورت کو بھی عیدین کے لئے گھر سے نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

۶۰ — عن عبدالرحمٰن بن القاسم قال: كان القاسم اشد شئ على العواتق لايدعهن يخرجن في الفطر والاضحى"

(اخرجه ابن ابي شيبه في مصنفه، ج: ۲، ص: ۱۸۳)

عبدالرحمٰن اپنے والد قاسم (یکے از فقہائے سبعہ) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ قاسم نوجوان عورتوں پر بطور خاص بہت سخت گیر تھے انہیں عید اور بقر عید میں نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

٦١ – عن ابراهيم قال يكره للشابة ان تخرج الى العيدين "ايضاً"

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جوان عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔

٦٢ – عن ابراهيم قال يكره خروج النساء في العيدين "ايضاً"

ابراہیم نخعی ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔ الحاصل یہ احادیث رسول، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ حدیث وفقہ کی تصریحات آپ کے سامنے ہیں جن سے بغیر کسی خفا اور پوشیدگی کے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ پردہ کے مسئلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شرطیں اور قیود خواتین اسلام کی عزت و آبرو اور شریفانہ اخلاق کی حفاظت کی غرض سے لگائی ہیں وہ در حقیقت حکم خداوندی "قرن بیوتکن" کی پیغمبرانہ ابدی تفسیر ہے جس سے علماء اسلام کو سبق دیا گیا ہے کہ جب مستورات ان شرطوں کی پابندی سے آزاد ہو جائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و منشاء کے مطابق صاف صاف یہ اعلان کر دیں کہ موجودہ حالات میں بنات اسلام کے لئے مساجد اور دیگر اجتماعات میں جانا جائز نہیں ہے وراثت نبوی کی اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے رازدانِ اسرار نبوت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پوری قوت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ "لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی حق کی ادائیگی میں عورتوں کو مسجد آنے پر سرزنش فرمایا کرتے تھے۔

آج جو لوگ گردوپیش اور انجام وعواقب سے آنکھیں بند کر کے خواتین ملت کو گھروں کی چہار دیواری سے باہر نکلنے کی دعوت دے رہے ہیں کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقوق نسواں کا پاس ولحاظ کرنے والے ہیں یا ان کا معاشرہ اور سوسائٹی عائشہ صدیقہؓ کی سوسائٹی سے عمدہ اور بہتر ہے یا وہ منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن عوام عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عروہ بن زبیر قاسم بن محمد، اسود علقمہ تلامذہ ابن مسعود، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، عبد اللہ مبارک اور جمہور صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آج جب کہ مغرب عورتوں کی آزادی اور پردہ دری سے تنگ آکر اپنی اخلاقی تباہ حالی پر ماتم کر رہا ہے اور وہاں کے مدبرین اس بے حجابی کی آغوش سے نشو ونما پانے اور پروان چڑھنے والی انسانیت سوز بے حیائی وفحش کاری سے اپنے معاشرہ کو بچانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں ہمارے مشرق کے نام نہاد مصلحین نماز و مسجد جیسے مقدس اور باعظمت نام سے مستورات کو بے پردہ کرنے کے درپے ہیں۔

"بریں عقل و دانش بباید گریست" فالی اللہ المشتکیٰ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

حبیب الرحمٰن قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۲۳؍شعبان ۱۴۱۸ھ